

298

تفہیم مصطفیٰ  
صلى الله عليه وسلم

سورہ

علامہ محمد سید خواجہ احمد رضا

تسلیف

باب الاحناف لاہور

3628







حمد حقون بحق مسنت محفوظ

# مقام مصطفیٰ ﷺ

## قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید کی (۱۸۶) آیات کی روشنی میں حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین  
خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالت شان و

منصب و مقام کا ایمان افروز باطل سوز مجموعہ



تالیف

علامہ سید محمود احمد رضوی

حسب فرمائش

الحات شیخ امیر بخش آف مخدوم کارپوریشن میکلورڈ روڈ لاہور

و ناظم شعبہ تبلیغ دارالعلوم عربیہ اسلامیہ لاہور



حضور سید المرسلین - خاتم النبیین - رحمۃ اللعالمین

سیدالم - نور مجسم - رہبر مکرم - جان کائنات -

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے محبت اور آپ کا احترام روشنی ہے اور اس کے بغیر اندھیرا ہی

اندھیرا ہے - اپنے دلوں کو عشق رسول کے پاک جذبہ سے معمور رکھئے

کہ یہ ہی ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے -

86845

86845



اے خاصہ خاصانِ رسل وقد دعا ہے

امت پہ تری آ کے عجب وقت ہے

جو دین بڑی شان سے لکھا تھا وطن سے

پروسیں میں وہ آج غیبِ اعراب سے









# بِعِطِّتِكَ وَفِرِّقَتِكَ وَلِسَبِّوْنِكَ

- ۱۔ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
- ۲۔ شمعِ یزوم پریت پہ لاکھوں سلام
- ۳۔ جس سے آگے نہیں گردنیں جھکت گئیں
- ۴۔ اس قدر دارِ شوکت پہ لاکھوں سلام
- ۵۔ شہرِ لیلِ اہم تاجدارِ حشرم
- ۶۔ نو بہتارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
- ۷۔ وہ دین جس کی ہر بات وحیِ خدا
- ۸۔ چشمِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
- ۹۔ مستحییب نبوت پہ سب سے درود
- ۱۰۔ حشرم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
- ۱۱۔ شبِ اسری کے رُوح پہ دامِ درود
- ۱۲۔ نوحِ یزوم جنت پہ لاکھوں سلام
- ۱۳۔ وہ نواں جس کو سب کفن کی کنجی کہیں
- ۱۴۔ اُس کی نافذِ حکومت پہ لاکھوں سلام
- ۱۵۔ ان کے مولیٰ کے ان پر کروں درود
- ۱۶۔ ان کے اصحاب و محبت پہ لاکھوں سلام
- ۱۷۔ پانچو کے صحفِ نغیبہ کے قدس
- ۱۸۔ ان نبوت پہ لاکھوں سلام
- ۱۹۔ ان اسلام کی مدار ان شفیق
- ۲۰۔ نونِ طہبیت پہ لاکھوں سلام
- ۲۱۔ جس سماں گھڑی چمکا طیب کا چاند
- ۲۲۔ اس دن الفروزِ سعادت پہ لاکھوں سلام







# نظرِ اولین

اس سے قبل، دین مصطفیٰ (علیہ السلام) کے نام سے ایک کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے۔ الحمد للہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوئی۔ اور اب دوسری بار شائع کی گئی ہے۔ اگرچہ کتاب دین مصطفیٰ میں عقائد عبادات، معاملات اور دوسرے ضروری مسائل قرآن و حدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں پیش کئے گئے تھے۔ تاہم عوام کا رجحان طبع یہ بھی ہے کہ وہ مسائل اسلامیہ کو صرف قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں پڑھنا اور سمجھنا پسند کرتے ہیں۔ اس بنا پر راقم نے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ سے کہا کہ وہ احکام اسلامیہ کو صرف قرآنی آیات سے مرتب کر دیں۔ چنانچہ احکام قرآنی کے نام سے ایک کتاب کی تالیف علامہ موصوف نے شروع کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی وقت بھی چاہتا ہے اس لیے یہ طے کیا گیا ہے کہ ایک موضوع پر مرتب شدہ مواد قسط وار شائع کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔ کتاب مذکورہ کا سب سے پہلے وہ حصہ پیش کیا جا رہا ہے جو رسالت کے موضوع پر مشتمل ہے۔ کتاب کے اس حصہ کا نام مقام مصطفیٰ علیہ السلام تجویز کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اسی ترتیب سے تمام احکام و مسائل اسلامیہ صرف قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں آپ کی خدمت میں قسط وار پیش کئے جاتے رہیں گے۔ اگرچہ ہر مسئلہ کی دلیلیں آیت قرآنی پیش کی گئی ہے تاہم اس کی مناسبت سے کہیں کہیں بطور تفسیر و توضیح ارشادات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیش کر دینے گئے ہیں کیونکہ قرآن کی تفسیر و ترجمانی کے لیے بہر حال احادیث رسول ہی حرفِ آخر ہیں۔



مقصد صرف یہ ہے کہ ہم سب قرآن پڑھیں، اسے سمجھیں اور اس کے احکام  
 و مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اور اس پر عمل کر کے دین و دنیا کو سنوار لیں۔  
 بحضور رب العلیین جل مجدہ ہماری التجاہ ہے کہ ہم سب کو قرآنی احکامات پر عمل  
 کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو اس کے مصنف اور راقم اور معاونین  
 کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین بحرمتہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

شیخ امیر بخش

وَنَظَرَ شُعَبٌ تَبْلِيغٌ دَارِ الْعُلَمَاءِ مِنْ حَزْبِ الْأَحْتِ  
 كُنْجِ بَخْشِ رَوْدٌ ————— لَاهُورُ

نام کتاب \_\_\_\_\_ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف \_\_\_\_\_ سید محمود احمد رضوی

ناشر \_\_\_\_\_ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

تاریخ \_\_\_\_\_ مئی ۱۹۶۸ء

تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار

مطبع \_\_\_\_\_







خلقت میرا من کل عیب  
کا ہر قد خلقت کما تشار

## ترتیب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۷	حضور کے علم کا نیاں سے پاک ہونا	۵	نظرِ اولین
۲۷	حضور پر اللہ کا بڑا فضل ہے	۷	فہرس کتاب
۳۸	حضور کے فضل و شرف کی انتہا نہیں	۱۱	ابتدائیہ حمدیہ
۳۹	حضور کو شرح صدر کی دولت بن مانگے عطا ہوئے	۱۳	حمد و نعت
۳۹	اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی	۲۹	حضور اول بھی اور آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی علیم بھی
۶۲	حضور کی ذات و صفات کا اللہ محافظ ہے	۳۰	حضور نور الہی ہیں، نورِ اول بھی حضور خاتم النبیین ہیں، حضور عیب
۴۲	اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی	۳۱	شہادت کے عالم ہیں حضور عزیز و علیم ہیں
۴۵	حضور سید المرسلین ہیں	۳۲	حضور کو اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی
۴۶	حضور کل جہان کے لیے رسول ہیں	۳۲	اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت
۴۷	انبیاء کرام سے حضور پر ایمان لانے	۳۲	حضور مقام محمد پر فائز ہیں
		۳۲	محمد، احمد، محمود صلی اللہ علیہ وسلم



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	ملتی ہیں۔		کا تمہ لیا گیا۔
۵۹	حضور واقع البلاء ہیں	۴۷	حضور کی دنیا میں آمد سے قبل آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعا کی بات تھی۔
۶۰	اللہ تعالیٰ نے حضور کو صفتِ رحمت سے شرف فرمایا۔	۴۸	حضور ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں
۶۱	حضور کی زاتِ اقدس پر الزاماتِ اعترافات کا جواب خود رب العالمین نے دیا۔	۴۹	حضور یارق انسانیت ہیں
۶۵	گناخ رسول ذلت کے عذاب کا مستحق ہے۔	۵۰	حضور مزکی عام ہیں
۶۶	حضور کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے	۵۰	حضور نبی امی ہیں
۶۷	حضور کا فعل اللہ کا فعل ہے	۵۰	حضور نہ ان منیر ہیں
۶۸	حضور کا انبیا اور تعظیم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔	۵۲	حضور بہ خوبی و کمال کا خزانہ ہیں
۶۹	در بارِ نبوت کے آداب کا خیال رکھنا فرض ہے۔	۵۲	خدا چاہتا ہے رضائے محمد
۷۰	بارگاہِ نبوت میں بلند آواز سے بولنا منع ہے۔	۵۳	حضور کو خوش کرنے کے لیے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر کیا گیا
۷۱	صحابہ کرام کا ادب و احترام	۵۴	تعظیم و توقیر رسول کے بغیر عبادت الہی بیکار ہے۔
۷۳	حضور اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں	۵۵	حضور سے محبت عین ایمان ہے
		۵۶	حضور علیہ السلام شاید و مبشر ہیں
		۵۷	حضور کو غیب کا علم عطا ہوا
		۵۸	حضور اللہ کی نعمتوں کے قاسم ہیں
		۵۹	اللہ کی نعمتیں حضور کے وسیلہ سے



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۸	کا مشاہدہ کیا	۷۸	قرآن بھی حضور کا معجزہ ہے۔
۹۸	حضور کی مقدس آنکھوں کی خصوصیت	۷۹	قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنے مقدس رسول سے گفتگو کا نام ہے
۹۹	حضور کے نسل و کمال کا بیان ناممکن ہے	۸۰	حضور کو ادب و احترام سے یاد کرنا فرض ہے۔
۱۰۱	انبیاء کرام کلمۃ الرب اور حضور کلمات الرب ہیں	۸۱	حضور کو عام لوگوں کی طرف پکارنا حرام ہے
۱۰۲	حضور جامع الصفات ہیں	۸۲	اللہ تعالیٰ نے حضور کی حبان کی قسم یاد فرمائی
۱۰۴	حضور کی رسالت عام ہے	۸۴	حصمت نبوت اجماعی مسند ہے
۱۰۴	حضور کی نظیر ممکن نہیں	۸۶	حضور ساری کائنات کے لیے نذیر و بشیر ہیں
۱۰۵	ماضی صاحب کو کی تفسیر	۸۶	حضور اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں
۱۰۶	حضور اول مسلمین ہیں	۸۶	معراج — عبادۃ و رسولہ کے مرتبہ و مقام کا روح پرور منظر
۱۰۸	حضور کا نسل و کمال لاریب فیہ	۹۲	حضور معصوم نبی ہیں
۱۰۸	تفسیر العروہ و فمقطعات اللہ اور رسول کے درمیان راز ہے	۹۲	حضور کا نطق (بولنا) وحی الہی ہے
۱۰۹	حضور کے علم بیداروں کی حد نہیں	۹۵	جبرئیل امین سدرہ پر ہی رہ گئے
۱۱۱	حضور ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں۔	۹۶	حرم حق میں حضور کی رسائی
۱۱۱	حضور کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت ناممکن ہے۔	۹۶	حضور نے پچھتم سر ذات الہی
۱۱۲	حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور	۹۶	



صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	زینہ ہے		کے وسیلہ سے قبول ہوتی
۱۲۴	حضور امام کل اور ہادی انسانیت	۱۱۴	حضور اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں
۱۲۵	حضور کی حاکمیت کے منکر مومن نہیں	۱۱۴	حضور شارح ہیں۔ آپ کو تشریحی اختیارات عطا ہوئے۔
۱۲۶	نبی کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔	۱۱۵	حضور آمر و ناہی ہیں حضور کا منصب و مقام
۱۲۷	اللہ و رسول کو راضی رکھنا ضروری ہے۔	۱۱۶	حضور کی بشریت عام انسان کی بشریت کی طرح نہیں
۱۲۸	اللہ تعالیٰ کا حضور کے ساتھ دائمی تعلق ہے۔	۱۱۸	حضور سے جس کو نسبت ہو گئی وہ بھی بے مثال ہے۔
۱۲۹	حضور کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر صریح ہے	۱۱۹	حضور کی ذات مرکز ایمان ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ایک حقیقت ہے
۱۳۱	نبی کریم کے گستاخ کی دین و دنیا برباد ہے	۱۲۰	شابد و شمشید رسول
۱۳۲	قرآنی تعلیمات کا صحیح علم حضور کے قول و عمل کی روشنی میں ہی حاصل ہو سکتا ہے	۱۲۲	کتمان حق۔ یہود کا بدترین جرم مومن وہی مخلص ہے جو اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہے
۱۳۰	بارگاہ نبوت میں عرض و سلام	۱۲۳	اطاعت رسول ہی کامیابی کا





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

## ابتدائیہ

محمد سے صفت پوچھو خدا کی

خدا سے پوچھئے شانِ محمد

قرآنی احکام کے نام سے ایک کتاب زیر ترتیب ہے۔ مقصد و مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف آیات قرآنیہ کی روشنی میں قرآنی احکام و مسائل سے روشناس کرایا جائے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آخری مقدس رسول حضور، نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحيۃ والسلام پر نازل فرمایا۔ قرآن حضور ہی کے ذریعہ اور وسیلہ سے ہمیں ملا۔ حضور ہی صاحب قرآن، عالم قرآن، مفسر قرآن، معلم قرآن اور قاری قرآن ہیں۔ لہذا حضور کا تعارف، حضور کی پہچان قرآنی آیات ہی کی روشنی میں صحیح طور پر ہو سکتی ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ حضور کیا ہیں؟ حضور کیسے ہیں؟ حضور وہی ہیں۔ حضور ویسے ہی جیسے قرآن نے انہیں پیش کیا اور ان کی ذات اقدس کا تعارف کرایا۔ ظاہر ہے کہ ہر وہ مسلمان جو قرآن کو کلام الہی اور وحی الہی مانتا اور اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ یقیناً حضور سرور انبیاء، حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحيۃ والسلام کے متعلق قرآن نے جو تصریحات کی ہیں۔ انہیں بدل و جان قبول کرے گا۔ آخر قرآن میں حضور کے فضائل و کمال کا ذکر یونہی نہیں کر دیا گیا۔ بلکہ اس لیے کہا گیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی عظمت کو جانیں اور اس پر ایمان لائیں۔ — ملاحظہ کیجئے قرآن



تے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کو  
کس رنگ اور کس انداز میں پیش کیا ہے

خدا کو مانا ہے دیکھ کر کہ اس کی شان جمیل تو ہے  
خدا کی بستی پہ میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تو ہے

\* سید محمود احمد رعنوی

## کوئی مانے یا نہ مانے

مگر یہ حقیقت ہے کہ محبوب خدا حضور سرور انبیاء محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی تعظیم و  
توقیر آپ سے عقیدت و محبت اور آپ کا ادب و احترام ہی ایمان بلکہ روح ایمان  
مغز ایمان اور جان ایمان ہے۔ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلامی کی  
اہمیت اپنی جگہ بڑی ہم ہے مگر سب فرائض کی روح، جڑ، بنیاد صرف اور  
صرف حضور سے محبت و عقیدت ہی ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے یہ نہیں تو کچھ  
بھی نہیں۔ یہ ہی ہماری دعوت ہے، یہی ہماری تبلیغ ہے اور اسی کو ہم  
تمام فرائض سے اہم فرض سمجھتے ہیں۔ کسی کو پسند آئے یا نہ آئے مگر ہمارا کام تو  
ثنائے سرکار ہے وظیفہ

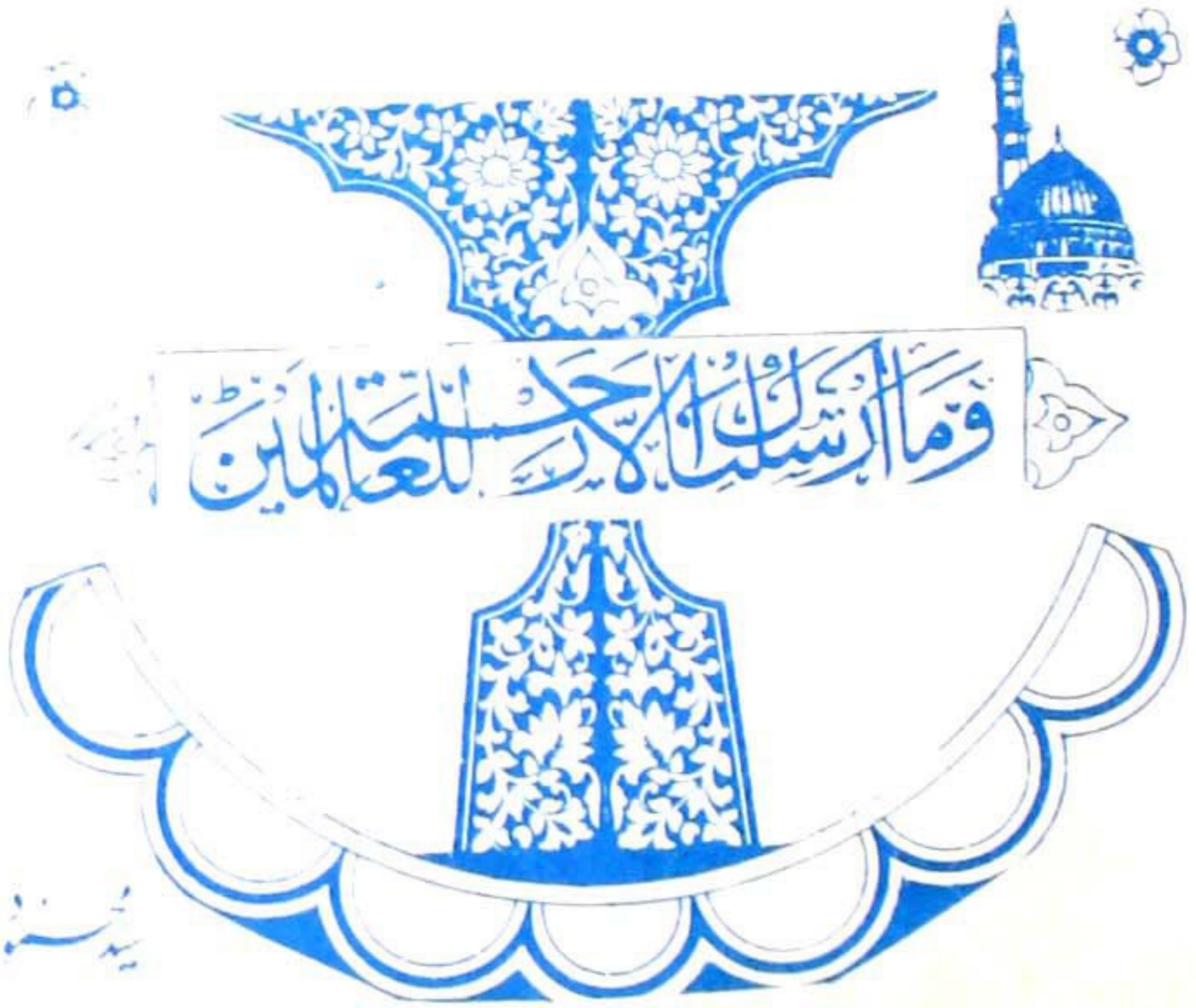
جو نہ بھولا ہم غشیروں کو رضا  
یاد اسکی اپنی عادت پیکھے



حضورِ شہدِ عالمِ نورِ مجتہم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں

# مکافات

تیرے تو وصفِ عیبِ تناسی سے ہیں بڑی  
خیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے







بلوغ العبد في الجمال  
 كشف الدير في الجمال  
 حنتمت مع خصال  
 عن تلو وال

سرور کہوں کہ مالک مولیٰ کہوں تجھے  
 باغِ ندیل کا گلِ زیب کہوں تجھے

لیکن رضائے حنتمت سخن اس پہ کر دیا  
 خالق کا بندہ خلق کا آفت کہوں تجھے



حمد بے حد مر خدائے پاک را  
آئینکے ایساں دادِ مُشتِ خاک را

عطار

ہزار بار بشوئم دہنِ بَشک و کلاب  
ہنوز نام تو کھفتن کمال ہے ادبی ست

سعدی

ہر کہ عشقِ مُصطفیٰ سامانِ اوست  
بجو و بر در گوشتِ دامانِ اوست

اقبال

مر جبا سیدِ نکی مدنی العسری  
دلِ جان بادِ قدرتِ چو عجبِ خوشِ لقی

قدسی

سید و سرورِ محمد نورِ جان  
مہتر و بہترِ شفیعِ محبرِ ماں

ردی

کَرِيمُ السَّجَايَا جَمِيلُ الشَّيْمِ  
نَبِيُّ الْبَرَايَا شَفِيعُ الْأَمَدِ

سعدی

عزیم یا رسول اللہ عزیم  
نذارم در جہاں حبس تو جیم

جانی



مَوْلَايَ حَلِيٍّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
عَلَىٰ حَبِيْبِكَ حَيْرًا لِّخَلْقِ كُلِّهْم

بوسیرتی

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است  
آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ است

اقبال

موتے ز ہوش رفت بیک پر تو صفت  
تو عین ذات می نگری در تنہمی

جمالی

بمصطفیٰ بر اس خویش را کہ دین ہمہ او است  
اگر باوند رسیدی تم بولہبی است

اقبال

کی محمد سے و سائو نے تو ہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اقبال

تو غنی از ہر دو عالم من فستیر  
روزِ عشرِ عذرِ مسائے من پذیر

اقبال

و رحس بکم را تو بینی ناگزیر  
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بحیر

اقبال



فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا  
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پستلا تیرا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اللہ کے نام سے شروع جو نہایت  
فاتحہ | مہربان رحم والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ قرآن مجید کی آیت ہے مگر سورہ فاتحہ یا کسی اور سورہ کا جہر نہیں ہے۔ ہر  
نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ آہستہ پڑھنی چاہیے۔ البتہ تراویح میں جو ختم قرآن ہوتا ہے اس میں  
ایک مرتبہ کہیں بِسْمِ اللّٰهِ جہر (بلند آواز سے) ضرور پڑھی جائے۔ قرآن کی ہر سورت بِسْمِ اللّٰهِ  
سے شروع کرنی چاہیے۔ سوائے سورہ برات کے۔ سورہ نمل میں آیت سجدہ کے بعد  
جو بِسْمِ اللّٰهِ آئی ہے وہ بھی مستقل آیت نہیں ہے بلکہ جزو آیت ہے۔ آیت کے ساتھ  
بہر حال پڑھی جائے گی۔ ہر مباح کام سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا مستحب ہے۔ کھانے پینے  
پہننے اور ڈھننے وغرض کہ ہر کام بِسْمِ اللّٰهِ سے شروع کرنا چاہیے البتہ ناجائز کام پر بِسْمِ اللّٰهِ  
پڑھنا ممنوع ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ | سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے  
(الفاتحہ) | جہانوں کا۔

ہر کام کی ابتدا میں جیسے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا مسنون ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد و  
ثناء کرنا بھی البتہ خطبہ جمعہ میں حمد الہی واجب ہے۔ خطبہ نکاح اور دعا اور ہر اچھے کام کے  
کرتے وقت اور کھانے پینے کے بعد حمد الہی مستحب ہے اور جب چھینک آئے تو سنت  
مکدہ ہے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر بجالانا چاہیے۔ خوشی کی  
حالت ہو یا غم کی۔

اے خدا اے مہرباں مولائے من  
اے ایسے خلوت شہنائے من



بڑی برکت والا ہے تمہارے  
رب کا نام جو عظمت و بزرگی  
والا ہے۔

تَبْرَكَ اسْمُ رَبِّكَ  
ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
(رحمن، ۷۸)

أَنْتَ رَبِّي أَنْتَ حَسْبِي يَا جَبَلِ

اللَّهُ أَنْتَ لِي نِعْمَ الْوَكِيلُ

اللہ رب العزت جل مجدہ کی حمد و ثناء، جلال و جبروت، قدرت و عظمت  
کے بیان و اظہار سے زبان عاجز اور قلم مجبور ہے۔ معرفتِ الہی بڑی نعمت ہے۔ مگر  
اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت کے حاصل ہے؛ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی سب سے  
زیادہ معرفت اور پہچان حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اور ہے  
لیکن بایں ہمہ دربارِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں۔

الہی تیری حمد و ثنا جیسی کہ تونے  
اپنی فرمائی ہے میں نہیں کر سکتا۔  
(مسلم)

لَا أَحْسِبِي ثَنَاءً عَلَيْكَ  
أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ  
نَفْسِكَ

اور مقربانِ بارگاہِ الہی اس کے حضور عرض کرتے ہیں۔

الہی جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق  
ہے ویسا ہم نے تجھ کو نہ پہچانا اور  
جیسی تیری عبادت کا حق ہے  
ویسی ہم تیری عبادت نہ کر سکے۔

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ  
مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

(گلستان)

کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا  
اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں  
وہ آپ زندہ اور اوروں کو قائم  
رکھنے والا۔

ہے پاک رتبہ منکر سے اس نے نیاز کا  
اللہ لا إله إلا هو الأزلي  
القيوم



آیاتِ بالا میں لفظِ اللہ خداوندِ ذوالجلال جل مجدہ کا علم ہے۔ رحمن، رحیم،  
 الہ، المحی القیوم۔ اس کی صفاتِ عالیہ ہیں۔

اللہ ذاتِ سبحانی کے لیے علم ہے۔ کسی اور پر یہ لفظ بولا نہیں جاسکتا۔ یہ  
 صرف اسی کے لیے خاص ہے۔ الہ لہ سے مشتق ہے جس کے معنی بلند شان  
 کے ہیں۔ تو اللہ وہ ہے جس کی شان وہم وادراک سے بالاتر ہے۔

وہ خود ہے جلوہ نشاں لا الہ الا اللہ

وجودِ غیر کہاں لا الہ الا اللہ

لفظ اللہ کے معنی سکون کے بھی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ وہ ہے جو قلبِ مضطرب کی  
 تسکین اور عارفین کے لیے آرامِ دل ہے۔ اس کے ذکر سے دن سکون کی دولت سے  
 مالا مال ہو جاتا ہے

الْأَبْدِ كِرَامِ اللَّهِ | سن بر اللہ کن یاد ہی میں دون

تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ | کا چین ہے۔ ۱۱ الرعد ۲۸

سکونِ قلبِ تپاں لا الہ الا اللہ

دوائے دردِ نساں لا الہ الا اللہ

اللہ کے ذکر سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ معاشی حالت درست ہو جاتی ہے

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى | بیشک مراد کو پہنچا جو شہرا ہوا

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ

فَصَلَّى | پڑھی۔ (عاشیہ ۹، ۱۰)

اس آیت میں فلاح عام ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ  
 ہے کہ ذکر کرنے اور نماز پڑھنے سے غریبی و مفلسی دور ہوتی ہے۔ سکونِ قلب حاصل  
 ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے غفلت و پہلو تھی، غریبی، مفلسی اور پریشانیاں لاتی



ہے۔ معاشی و اقتصادی حالت خراب کر دیتی ہے۔ اور اگر اللہ کے ذکر سے غافل انسان کو دنیا کی آسائشیں مل بھی جائیں تو بھی سکونِ قلب سے محروم رہتا ہے اور ایسے شخص کی دولت و نعمت اسے سکونِ قلب اور اطمینانِ ضمیر سے محروم رکھتی ہے قرآن مجید نے واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے۔

مَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي | اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک  
فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا | اس کے لیے تنگ زندگی ہے۔

ذکرِ الہی ہی دلوں کی زندگی، اہل ایمان کا زادِ راہ اور فلاح و نجات کا ذریعہ ہے  
وَ اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا | اللہ کا بہت بہت ذکر کرو تاکہ  
لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ | تم فلاح پاؤ۔ (انفال ۵)

سورہ اعزاب میں اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کی مدح فرمائی ہے۔ اور سورہ منافقون میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اے ایمان والو تمہارا زرد مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ | اور جس نے ذکرِ الہی سے  
هُمُ الْخَاسِرُونَ | غفلت کی وہ سخت نقصان  
(منافقون) | میں ہے۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

- ۱۔ اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ ہے اور جو اس کا ذکر نہیں کرتا وہ مردہ ہے (بخاری)
- ۲۔ دنیا و مافیہا سے بہتر اللہ کا ذکر ہے (احمد) ۳۔ جو لوگ اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بزمِ ملائکہ میں ان پر فخر کا اظہار فرماتا ہے۔ ان کے پاس ملائکہ آتے ہیں۔ رحمتِ الہی ان پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ سب سے افضل عمل یہ ہے کہ زبان پر اللہ کا ذکر جاری رہے (مسلم) ۴۔ ذکرِ الہی کی مجلسیں جنت کے گلستان ہیں۔ (احمد)



قرآن مجید میں جملہ اعمالِ صالحہ کے بعد ذکر کا تذکرہ ہے — نماز روزہ حج، زکوٰۃ، جہاد اور نیک عمل سب اللہ کے ذکر کے مظاہر ہیں۔ ذکر زبان سے ہوتا ہے اور دل سے بھی۔ لیکن دل اور زبان بیک وقت ذکر ہوں تو یہ ذکر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک کا ورد، اس کی حمد و ثنا، اس کے احکام کا ذکر اور ان پر عمل اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کا بیان و اظہار ذکرِ الہی کی ہی صورتیں ہیں — حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دو کلمے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں۔ زبان پر آسانی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن میزانِ عمل میں بہت وزن دار ہیں۔ یعنی بڑے اجر و ثواب کے حامل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ — سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ (بخاری)

ان دو مقدس نورانی کلموں کا ورد باعثِ صد خیر و برکت ہے اور ان کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ بے انتہا ثواب عطا فرماتا ہے۔ یہ دونوں کلمے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے جمال و جلال کے آئینہ دار ہیں — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ | اپنے رب کے نام کی پاک بولو جو  
الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ (اعلیٰ) | سب بلند ہے جس نے بنا کر ٹھیک کیا

مطلبِ آیت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر عظمت و احترام سے، عجز و انکساری سے پیار و محبت سے کرو کیونکہ وہ خالق ہے جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب طریقہ پر فرمائی کہ جو اس کے علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان فکرِ انسانی سے ناممکن ہے۔ اس پاک، بے نیاز کے جلال و جبروت کا اندازہ یوں کیجئے کہ وہ ہستی مقدس جسے اس نے اپنا محبوب بنایا اور مغفور و معصوم رسول بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ وہ بھی بارگاہِ الہی میں عاجزی و انکساری یوں فرماتے ہیں



میرے رب مجھے بخش دے میری توبہ  
قبول فرما۔ بیشک تو توبہ قبول کرنے  
والا مہربان ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ  
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ  
الْغَفُورُ

ہر حالت میں زبانِ رسول پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی۔ شب کے وقت فوق و  
شوق اور وجد کی حالت میں اپنے رب کی عبادت کرتے۔ پوری پوری رات کھڑے  
رہتے۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ جب کوئی  
خوف و خشیت کی آیت آتی تو حضور خداوندِ قدوس جل مجدہ سے دُعا مانگتے اور پناہ  
طلب کرتے۔ رحمت و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دُعا مانگتے۔ (مسند  
ابن جنبل ج ۶ ص ۹۳) حضرت ابو ذر فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے نماز میں یہ  
آیت تلاوت فرمائی۔

الہی اگر تو انھیں عذاب دے تو  
تیرے بندے ہیں اور اگر معاف  
فرمائے تو تو غالب حکمت والا ہے

اِنْ تَعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ  
عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ  
فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ اس آیت کی تلاوت پر حضور کی بارگاہِ  
الہی میں التجا و دُعا کی یہ کیفیت رہی کہ آپ صبح تک یہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔

(ابن ماجہ) ۷

اشک شب بھر انتظارِ عفو امت میں بہیں  
میں فدا چاند اوریوں اختر شماری واہ واہ

86845

لفظ اللہ بغیر ہمزہ کے لکھا جاتے تو لٹ پڑھا جاتے گا جس کے معنی یہ ہوتے

کہ ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

لِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ | اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں  
کے خزانے



اور زمین کے فزانی

اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت  
آسمانوں اور زمین اور جو ان کے  
درمیان ہے جو چاہے پیدا کرتا  
ہے۔

اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت  
آسمانوں اور زمین کی

اور بادشاہی میں کوئی اس کا  
شریک نہیں (بنی اسرائیل)  
بیشک تمہارا رب جب جو  
چاہے کرے (ہود ۱۰۷)  
بیشک اللہ سب کچھ جانتا  
ہے۔ (عنکبوت ۶۲)

دونوں پورب کارب اور  
دونوں پھم کارب

وَالْأَرْضِ

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا  
يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

(مائدہ ۱۷)

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ (مائدہ ۱۷)

وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ  
فِي الْمَلِكِ

إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا  
يُرِيدُ

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ  
عَلِيمٌ

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ  
رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ

حسن و جمال، فضل و کمال، قدرت و اختیار، قوت و شوکت، بزرگی و رفعت

علم و رویت، غیب و شہادۃ، حکومت و عزت، نصرت و اعانت، جو د و سخاوت  
غرض کہ ہر چیز اور ہر شے کا صرف وہی ایک ہی حقیقی مالک اور متصرف و فاعل ہے۔

کیسی ہی بڑی اور بزرگزیادہ ہستی کیوں نہ ہو مالک حقیقی نہیں ہے۔ مخلوقات میں

جس کسی کو بھی جو فضل و کمال اور قدرت و تصرف حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا

ہی سے ہے۔ اس کی مشیت و ارادہ کے بغیر کوئی ایک نہ کا ادھر سے ادھر



نہیں ہلا سکتا۔

تمام عظمتیں اور بزرگیاں اور تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہان اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے۔ تم مخلوقاتِ الہی میں سے خواہ کسی کی تعریف و توصیف کرو۔ تعریف تو رب العزت جل مجدہ ہی کی قرار پائے گی کیونکہ خالقِ حسن و جمال صرف وہی ہے مگر اس خصوص میں بھی حضور سرور انبیاء، حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی شان کی کیفیت یہ ہے۔

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال  
اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حسن یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آپنجہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا

وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۗ وَدَاعِيًا إِلَىٰ

اللَّهِ بِآذَانِهِ وَسِرَاجًا مُّبِينًا





## حمد و نعت

① هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ  
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ  
عَلِيمٌ

وہی اول ، وہی آخر ، وہی ظاہر ،  
وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا  
ہے۔

مشہور محدث اور فتاویٰ شریف کے شارح حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث  
دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی تالیف مدارج النبوة کے دیباچہ میں فرماتے ہیں۔ یہ  
آیت مبارکہ حمد الہی بھی ہے اور نعت نبی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ قدیم ہے ہر شے سے قبل۔ اول ہے بے ابتداء کہ وہ تھا اور  
حمد الہی کچھ نہ تھا۔ یہ۔ تھا تھی بھی نہ تھے اور وہ تھا۔

وہ آخر ہے۔ ہر شے کے ہلاک و فنا ہو جانے کے بعد بھی رہنے والا۔ سب فنا ہو  
جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا اس کے لیے انتہا نہیں ہے۔

② كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ  
يَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ  
وَإِكْرَامِ

اور زمین پر جتنے ہیں سب فنا ہو جائیں گے  
اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات  
عظمت اور بزرگی والا۔

جن ، انسان ، فرشتے ، انبیاء اولیاء۔ اصغیا۔ غرضیکہ کل کائنات اس کے  
فضل و کرم کی محتاج ہے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے کل کائنات اس کے  
حضور سجدہ ریز ہے کیونکہ وہ آخر ہے باقی ہے سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے  
لیے ہے۔

وہ ظاہر ہے یعنی دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ وہ ہر شے



پر غالب ہے۔ جو چاہتا ہے جیسے چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

وہ باطن ہے یعنی انسان کے سُننے سمجھنے دیکھنے اور پرکھنے کی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے ادراک سے عاجز ہیں ۵

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و ہم

وہ علیم ہے۔ ہر شے کا ازلی، ابدی، قدیم علم والا ہے۔ غیب و شہادت اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا حقیقی عالم ہے۔ اس کا علم ذاتی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں۔

## نعتِ نبی

حضورِ اول بھی آفریبی، ظاہر بھی باطن بھی علیم بھی

مذکورہ بالا آیت حضور  
سید الانبیاء حبیب کبریا

محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التسلیم کی نعت بھی ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے آیت بالا ہی کے پیش نظر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا ۵

نگاہِ عشق و سستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی لیس، وہی ظہ

حضورِ اول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کے نور کو پیدا فرمایا۔ حضور نے فرمایا۔

أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي

تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے  
میرے نور کو پیدا فرمایا۔

میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری

مخلوق میرے نور سے ہے۔

أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ

مِنْ نُورِي - (مدارج النبوة)

تو ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے ظہور کا سبب بھی حضور ہی کا نور ہے ۵



وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے  
 کائنات کا افتتاح حضور ہی کے نورِ پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر  
 انجم کی ضیاء ہوتی نہ بہاروں کی شمیم جاں فزا، نہ کلیوں کا تبسم نہ غنچوں کی چٹک، نہ  
 پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلب کا ترنم۔ نہ گل خنداں کی بہار و لکشا  
 جکتے گلبن، مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائی سب اسی نورِ پاک کا صدقہ اور وسیلہ  
 ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے

خیمہ افلاک کا ستادہ اسی نام سے ہے

نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حضور ہی کی ذاتِ اقدس نورِ الہی، نورِ اول، نورِ الانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے آنے والے مقدس، متبر منور نور ہے۔

③ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ | بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف  
 اللہِ نُورٌ (سورہ مائدہ آیت ۱۵) | سے نور آیا۔ صلہ

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفارِ نورِ محمدی کو بچانے کی کوشش کریں گے لیکن  
 اللہ تعالیٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی  
 ہی رہے گی۔ ظلمتیں بڑھ بڑھ کر چھو نکلیں مارتی رہیں گی۔ لیکن چراغِ محمدی (صلی اللہ  
 علیہ وسلم) میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کر سکیں گی۔

④ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا | چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں

صلہ مفسرین کرام نے نور سے حضور کی ذات کو مراد لیا ہے۔ دیکھیے تفسیر کبیرہ ج ۳۹۵ ج ۳ تفسیر ابن عباس  
 صلہ خازن ج ۱ ص ۲۱۴ دارک ج ۱ ص ۲۴ روح المعانی ج ۶ ص ۸۶ روح البیان ج ۱ ص ۵۴۵ معالم التنزیل ج ۲  
 ص ۲۳ درمنثور ج ۳ ص ۲۲۱ مدارج النبوة۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی۔ شفا ج ۱ ص ۱ تفسیر جلالین۔ تفسیر ابن جریر  
 ابداد اسدک ص ۸۵ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب صلہ مصنف مولوی اشرف علی تھانوی۔



نوراً للهِ يَأْتُواهِمُ وَاللَّهُ  
مَتِّمٌ نُورِهِ وَتُوكِرُهُ  
الْكَافِرُونَ -

سے بجا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا  
کرنے والا ہے خواہ کافر بڑا ہی  
مانیں۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جتے گا

سورہ مائدہ میں فرمایا۔

(۵) الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ  
دِينَكُمْ - (مائدہ ۳)

آج ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تمہارے  
لئے بطور دین اسلام کو پسند کیا

حضور کی ذات پر دین کی تکمیل بھی ہوئی اور نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اب نہ  
تو کوئی نبی و رسول پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نبوت و رسالت کی دعویٰ آ سکتی ہے۔ اس  
لئے حضور آخر بھی ہیں۔

حضور ظاہر بھی ہیں۔ ظاہر ایسے کہ کائنات کی ہر چیز حضور کو جانتی ہے۔ سارا عالم  
آپ کو پہچانتا ہے۔ چاند اشارہ سے دو ٹکڑے ہوتا ہے۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے۔  
درخت جانور اور پتھر آپ کو سجدہ کرتے۔ آپ سے ہم کلام ہوتے اور آپ کی بارگاہ عالی  
میں سلام عرض کرتے ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر خوروں کی پیشانیوں پر، علمائوں کے سینوں  
پر، جنت کے درختوں اور ان کے پتوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ جناب  
آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہی عرش اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے مقدس اور محبوب  
رسول کا نام نامی اسم گرامی لکھا ہوا پاتے ہیں۔ نماز میں، روزہ میں، حج میں، زکوٰۃ میں،  
جہاد میں، صدقات میں، حتیٰ کہ کلمہ میں اور قلبِ مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے۔  
دردِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ است

سب سے پہلے نبوت بھی حضور کو عطا ہوئی۔  
حضور نبی اول ہیں حضور فرماتے ہیں۔



میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام  
جسم و روح کے درمیان تھے۔

میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں  
اور بعثت میں ان سب سے  
پچھلا ہوں۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَادَمُ بَيْنَ الرُّوحِ  
وَالْجَسَدِ - (ترمذی، بخاری)

اَنَا اَوَّلُ النَّبِيِّينَ فِي  
الْخَلْقِ وَاخِرُهُمْ فِي  
الْبَعْتِ (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۰)

پیچھے آنا ہے تراختم نبوت کی دلیل  
اور سایہ کا نہ ہونا تری کیتائی ہے

میتاق کے دن اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں کے جواب میں سب  
سے پہلے بنی (ماں کیوں نہیں) کہنے والے بھی حضور ہی ہیں۔ قبر مبارک سے سب سے  
پہلے اٹھنے والے، جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے، سب سے پہلے جنت  
کا دروازہ کھلوانے والے اور بروز حشر امت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے  
بھی حضور ہی ہیں۔ غرضیکہ ہر جگہ اور ہر موقع پر اول ہونے کا سہرا بھی حضور ہی کے

سر پر ہے

رسل و ملک پہ درود ہو وہی جانے کے شمار کو مگر ایک ایسا دکھا تو دو جو شفیع روز شمار ہو

حضور آفر بھی ہیں۔ سب سے آخر آپ کا ظہور ہوا۔ خاتم النبیین۔ آپ ہی کی  
شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے آخری کتاب قرآن آپ پر ہی نازل کیا۔ آپ کا  
دین بھی آخری دین۔ آپ کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ دین۔ قیامت تک حضور ہی  
کا دین باقی رہے گا۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے  
پر نہ ڈوبا نہ ڈوبے ہمارا نبی

⑥ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔

وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَ | محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول



خَاتَمُ النَّبِيِّينَ (احزاب) | اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنی آخری رسول کے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ میں عاقب ہوں۔

الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ | جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ  
بَعْدِي۔ | میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد  
کوئی نبی نہیں۔

حضور خاتم النبیین ہیں | اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات اقدس پر نبوت و  
رسالت کو ختم کر دیا۔ آپ آخری رسول ہیں۔

یعنی حضور کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ حتیٰ کہ جب حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد

شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے اور اسی شریعت کا حکم کریں گے اور آپ ہی کے

قبلہ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ حضور کا آخری نبی ہونا قطعی اور

بنیادی مسئلہ ہے۔ آپ سب سے پھلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا

نہیں جو حضور کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختم نبوت کا منکر ہوگا اور

خارج از اسلام ہے۔

ختم ہے سلسلہ وحی و نزولِ جبرئیل کوئی پیغام نہ آیا تیرے پیغام کے بعد

ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آیا اور آتا ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے

نبوت، رسالت کو جاری رکھا۔ حضرت آدم آتے، نوح آتے، ابراہیم آتے،

مسیح کلمۃ اللہ آتے (علیہم السلام) آتے ہی رہے کیوں؟ یہ سب مقصودِ حقیقی نہ تھے

اگر مقصودِ حقیقی ہوتے تو سلسلہ نبوت جاری رکھا جاتا۔ مگر حضور سرورِ کونین کی ذات پر

نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ کیوں؟ اس لیے کہ آپ مقصودِ

حقیقی ہیں اور مطلوبِ رب ہیں۔ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ نبوت آپ ہی کی مقصود



تھی۔ مقصد حاصل ہو جائے تو کام ختم ہو گیا۔ اس لیے اب نہ کسی رسول کی ضرورت رہی نہ کسی نبی کی اور نہ شریعت کی۔ قرآن نے اعلان کر دیا۔ خاتم النبیین۔ اب تو آفتاب نبوت آگیا۔ تاروں کی کیا ضرورت، اب تو دینِ کامل آگیا اس لیے سب سابقہ شریعتیں منسوخ ہ

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھپ گئے تیری ضیا میں تارے  
اور۔ اب تو رسالت کا نیرِ اعظم اور ہدایت کا ماہِ تاباں آگیا جس کا چشمِ فلک  
کو عرصہ سے انتظار تھا

سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کئے  
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ  
حضور علیہ السلام عزیز ہیں | ترجمہ:- تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی

ہے۔ آیتِ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو صفتِ عزیز سے نوازا ہے۔ عزیز عَزِيزٌ بفتح عین ہو تو اس کے معنی شاق اور سخت ہوں گے۔ عنت جس سے عذمت بنا کے معنی مشقت، ہلاکت، خطا و فساد کے ہیں۔ آیت کے معنی یہ ہوتے کہ حضور علیہ السلام عزیز ہیں یعنی امت کو تکلیف ہو تو آپ کو ناگوار ہوتی ہے جیسے حضور سارے جہان کے لیے رحمت ہیں۔ ایسے ہی آپ ساری کائنات کے لیے عزیز بھی ہیں۔

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر

بچالو اگر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

عَزِيزٌ، عزت سے ہو تو اس کے معنی قوت و شوکت اور غلبہ کے ہیں اور  
عزیز وہ ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں۔ اس بنا پر عزیز کے معنی ہوتے عزت



والے شوکت والے۔ بیشک حضور کی شوکت و عظمت (جو انھیں ان کے خالق و مالک نے عطا فرمائی ہے) کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں؟

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

حضورِ علیم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم حضور کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو سب سے زیادہ جانتے والے بھی حضور ہیں اور اولین و آخرین کے تمام علوم و معارف کے جامع بھی حضور ہیں۔ غیب و شہادت حضور کے پیش نظر ہے۔  
خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ چلی و خلی ہے

قرآن مجید میں

فرمایا :-

حضور کو اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی

رحمن نے اپنے محبوب رسول کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔  
ماکان و مایکون کا بیان انھیں سکھایا۔

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ  
خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ  
الْبَيَانَ﴾ (رحمن آیت ۱-۳)

مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے حضور مراد ہیں اور بیان سے علم  
ماکان و مایکون مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہو گیا اور جو آئندہ ہوگا سب کا علم حضور  
کو عطا فرمایا اور سکھایا۔ اس لیے حضور ہو سکل شیء علیم بھی ہیں۔ تفسیر خازن  
بلا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ - محمد اللہ کے رسول ہیں۔

سورہ فتح آیت

اسم محمد کی خصوصیت

تاریخ شاہد ہے کہ حضور سے پہلے کسی کا نام محمد نہ تھا۔ نہ انبیاء کا، نہ اصفیاء کا اور نہ



عام انسانوں کا۔ صرف حضور ہی وہ ہستی مقدس ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے محمد رکھا  
 (۸) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ | اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول  
 ہیں۔ (آل عمران آیت ۱۴۴)

انبیاء کرام کے ناموں پر غور کیجئے۔ آدم مومسے عیسیٰ، یعقوب، یحییٰ، اسحق، نوح ازرائل  
 لغت صرف نام کے معنی و مفہوم سے نام والے (مسمیٰ) کی عظمت کی طرف ذرا بھی اشارہ  
 نہیں ملتا۔

آدم، گندم گوں رنگ والا۔ نوح، آرام۔ اسحق، ہنسنے والا۔ یعقوب،  
 پیچھے آنے والا۔ موسیٰ، پانی سے نکالا ہوا۔ عیسیٰ، سرخ رنگ

لیکن حضور کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان ہی زالی ہے۔ صرف نام کے لغوی  
 معنی سے نام والے (مسمیٰ) کی عظمت و برتری کا اظہار ہو رہا ہے۔ محمد، حمد سے مبالغہ کا  
 ہے جس کے معنی ہوئے "تعریف کیا ہوا" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہستی مقدس  
 ہیں جن کی تعریف و توصیف زمین و آسمان کی تمام مخلوقات نے کی ہے۔ یہ نام قدرت  
 الہیہ کی طرف سے خود ایک معجزہ ہے کہ اس نام والا ضرور امام الانبیاء اور سر تاج کائنات  
 ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں خسرو اعشش پہ اڑتا ہے پھر برائیرا

وہ حضور ہی ہیں جن کا نام کروڑوں انسانوں کی زبانوں پر جاری ہے۔ قلوب مسلمین میں اس  
 نام کا احترام جاگزیں ہے۔ مساجد کے بلند میناروں سے اسی کا نام سنائی دیتا ہے۔ اذان  
 اقامت میں اسی کے نام کی گونج ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا ثنا خواں ہے۔ حضور  
 کے مقام شفاعت کا نام بھی مقام محمود، آپ کے شاہی جھنڈے کا نام بوا، الحمد اور  
 اسی مناسبت سے آپ کی امت کا نام حمادون ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

(۹) عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ | قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ



مَقَامًا مَّحْمُودًا - بنی اسرائیل آیت | کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

روزِ محشر حضور کو ایک جہنڈا بارگاہِ الہی سے  
مرحمت ہوگا جس کا نام لواءِ الحمد ہے۔

## حضورِ مقامِ محمود پر فاترہاں

یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا جہنڈا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب  
اسی جہنڈے تلے ہوں گے۔ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حضور جلوہ فرما ہو کر است کی شفقت  
کریں گے یا مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں حشر کے دن، تمام انبیاء، اولیاء، اصفیاء، شہداء،  
جن اور انسان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء اور تعریف و توصیف  
کریں گے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جائیو گی

## محمد - احمد - محمود - صلی اللہ علیہ وسلم

خلاصہ آیات یہ ہے کہ حضور محمد ہیں۔ کل دنیا ان کی مداح سارا جہان ان کا شاخون  
ہے۔ حضور محمود بھی ہیں۔ آپ کی تمام صفات اور سیرت و صورت بھی محمود ہے۔ قول و عمل  
اور تعلیم و تربیت بھی محمود ہے۔ علم و فضل اور حسن و جمال بھی محمود ہے۔ وہ خود بھی محمود ہیں  
اور ان کا پید کرنے والا رب العالمین بھی محمود ہے۔

حضور احمد بھی ہیں (احمد بھی حمد سے بنا ہے) احمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں

جنہوں نے اپنے خالق اور اپنے مالک کی حمد و ثناء سب سے بڑھ کر کی ہے اور اپنے رازق  
اپنے ہادی، اپنے معطی کی تعریف و تحکیم اور حمد و نعت کا ایک معیار قائم کیا۔ مداح  
رسول سیدنا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ نبوت میں عرض کرتے ہیں۔

وَسَقَىٰ لَهُ مِنْ إِسْمِهِ لِيُجِلَّهُ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا نام ان کی

جلالتِ شان کی بنا پر اپنے نام سے شتی کیا۔

توسش والا محمود ہے اور حضور محمد ہیں

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ



یہ اسم پاک چشمہ فیضانِ عام ہے نامِ خدا کے تھا یہ ہی ایک نام ہے  
 (۱۰) مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنَ | اور ان رسول کی بشارت سُناتا ہوں جو مرے  
 بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ الصَّفِيتُ | بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے  
 حضرت یسح کلمۃ اللہ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو حضور کی بنام احمد بشارت  
 دیتے ہوئے آئے۔ اس لیے قرآن میں حضور کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہے جو  
 حمد ہی سے نکلا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ حضور ہی احمد ہیں جنہوں نے بارش کے قطرات،  
 ریت کے ذرات سے بھی بڑھ کر اپنے خالق، مالک، رازق کی ثناء کی اور کل دنیا سے  
 بڑھ کر اپنے رب کی حمد فرمائی اور یہ عظیم و جلیل ۱۰۶۰ از بھی صرف حضور کو حاصل ہے کہ وہ  
 سب سے بڑھ کر اپنے رب کے حامد ہیں اور سب سے زیادہ اپنے رب کی ذات و صفات  
 کے عارف، جاننے والے ہیں۔ حدیث صحیح میں حضور نے فرمایا۔

أَنَا عَرَفْتُكُمْ بِاللَّهِ وَأَشَدُّكُمْ | میں تم سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا عرفان  
 لَهُ خَشْيَةً (ترمذی) | رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اس کے  
 حضور خشیت والا ہوں۔

واضح رہے کہ معرفت وہ نور ہے جس کے ذریعے ذات و صفات الہی کی پہچان ہوتی  
 ہے۔ جب اس مرتبہ پر کوئی فائز ہو جائے تو پھر وہ دلیل و برہان و سائلط اور شواہد حتیٰ  
 کہ ذات و صفات کی تفریق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ اگر حاصل ہے تو کائنات انسانی  
 میں صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ شب معراج اسی معرفت کا عمل ظہور  
 ہوا یعنی

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن  
 اسی کے جلوے، اسی کے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

حضور صاحبِ حکمت ہیں | (۱۱) وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ



اور آپ پر اللہ نے کتاب اور حکمت  
نازل کی۔

سورہ نسا، آیت ۱۱۳

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور حکمت کے متعلق قرآن نے تصریح کی۔

﴿۱۲﴾ وَمَنْ يُؤْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ  
أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ | جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر  
دی گئی۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت  
عطا فرمائی یعنی خیر کثیر سے نوازا۔ خیر کثیر میں ہر فضل و شرف اور کمال و خوبی آجاتی ہے۔  
آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ہر کمال اور ہر فضل کے جامع ہیں۔ کوئی کمال ایسا نہیں جو حضور  
کی ذات ستودہ صفات میں نہ پایا جاتا ہو یعنی سے

حسنِ یوسف دمِ علیؑ یدِ بیضاداری | آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

حضور کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کا مخزن بنایا ہے | چنانچہ سورہ فتح میں حضور

کو مخاطب بنا کر اس

کا واضح اعلان فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام  
اپنی و دنیوی نعمتیں عطا فرمادی ہیں۔

﴿۱۳﴾ وَبِئْتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ | اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔  
(فتح آیت ۲)

اللہ تعالیٰ نے حضور کو سب کچھ سکھا دیا ہے | ﴿۱۴﴾ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ  
تَكُن تَعْلَمُ۔ سورہ نسا، آیت ۱۱۳

ترجمہ:۔ اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم دی اور  
وہ سب کچھ حضور کو سکھ دیا۔ جس کا حضور کو علم نہ تھا۔ شاگرد استاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا



ہے۔ استادِ کمال ہو تو شاگرد میں بھی استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ جب حضور اللہ تعالیٰ کے تلمیذ و شاگرد قرار پائے تو حضور اللہ تعالیٰ کے علم بے نہایت کے نظر اور آئینہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم حضور کے سینہ اقدس میں ودیعت رکھ دیئے۔ اسے کون سمجھ اور بتا سکتا ہے۔ یوں کہہ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب و شہادۃ کے ذرہ ذرہ کا علم حضور کو عطا فرمادیا جس پر آیت کے الفاظ عالم تکن تعلم دلیل واضح ہے۔

ہر سز پر ہے تری گذر دل فرزش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

پھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو جن علوم و معارف

سے آگاہ فرمایا۔ اس کے متعلق یہ بھی اعلان

**حضور کا علم نسیان سے پاک ہے**

فرمایا کہ آپ کا علم بھول (نسیان) سے پاک و منزہ ہے۔

اے رسول ہم آپ کو پڑھائیں گے۔ پھر

آپ بھولیں گے نہیں مگر جو اللہ چاہے

(سورہ اعلیٰ آیت ۶)

①۵ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسِي

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

تفسیر خازن میں ہے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ماشاء اللہ تو اللہ تعالیٰ نے

یہ چاہا ہی نہیں جو کچھ اللہ نے حضور کو تعلیم دی ہے حضور اسے بھول جائیں۔ لہذا حضور کا علم

نسیان سے پاک ہے۔

①۶ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

(نساء آیت ۱۱۳) ترجمہ: اور اللہ کا آپ

**حضور پر اللہ کا بڑا فضل ہے**

پر بڑا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کے متعلق فرمایا۔



①۶ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ | اور اللہ ہی ہے بلند بڑا الٰہ والا۔  
(بقرہ آیت ۲۵۵)

حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ حضور کے خلق کے متعلق فرمایا۔

إِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ | بیشک آپ کی خوب بڑی شان کی ہے۔  
(قلم آیت ۴)

دنیا و مافیہا کی نعمتوں اور سامان کائنات کے متعلق فرمایا۔

①۸ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ | تم فرمادو دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔  
(نساء آیت ۷۷)

غور کیجئے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بھی عظیم۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک بھی عظیم اور حضور کی ذات اقدس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی عظیم۔ اور اس کے مقابل اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات اور اس کے ساز و سامان کو قلیل فرمایا۔ جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ جیسے اللہ عزوجل کے جمال و جلال اور عظمت و رفعت کا اندازہ لگانا انسان کے لیے ناممکن ہے ایسے ہی جو فضل و شرف اللہ تعالیٰ نے حضور کو عطا فرمایا ہے اس کی عظمت کو جاننا اور سمجھنا بھی انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے  
اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے

حضور کے فضل و شرف کی انتہا نہیں | حضرت علامہ بوسیری قدس سرہ العزیز  
بارگاہ رسالت کی عظمت میں کہتے ہیں

فَإِنْ فَسَّلَ رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فَيُعْرَبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ  
حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و کمال کی کوئی حد نہیں ہے جسے



کوئی زبان بیان کر سکے۔ یہ شعر آیتِ بالا کی صحیح تفسیر ہے۔ بیشک فرشتوں نے انبیاء کرام نے صلحائے امت نے عام انسانوں نے حضور کی نعت کہی۔ آپ کے اوصافِ جمیلہ بیان کئے۔ مگر حضور کے دفر اوصاف ایک نقطہ بھی بیان نہ ہو سکا۔ کیونکہ بیان کرنے والوں نے آپ کے فضل و کمال سے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ حد کے اندر ہے اور حضور کے اوصافِ حمیدہ حد سے باہر ہیں۔ آیتِ بالا بتا رہی ہے کہ حضور پر رب العلمین کا بڑا فضل ہے۔ اس بڑے فضل کا کنارہ کسے ہاتھ آسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی تعریف (حمد) حضور ہی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی حضور کی صفت اور حضور کے مرتبہ و مقام کی عظمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا اور بیان فرما سکتا ہے۔

تیرے تو وصفِ عیبِ تنہا ہی سے ہیں بری

حیران ہوں میرے شاہ میں کیا کیا؛ کہوں تجھے

حضور کو شرح صدر کی دولت بن مانگے عطا ہوئی | (۱۹) الْفَوْشِخِ لَكَ صَدْرَكَ

(انشراح ۱) ترجمہ :- کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھول دیا۔

آیتِ بالا سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو شرح صدر کی نعمت سے نوازا۔

آپ کے سینہ اقدس کو نور و معرفت کا غزینہ اور علم و حکمت کا گنجینہ بنا دیا۔ حضور کے

سینہ کو وہ سکون و اطمینان عطا فرمایا کہ وہ فیضِ ربانی کا مرکز اور وحی (قرآن) جیسی

جلالِ الہی سے لبریز چیز کا مخزن بن گیا۔ قرآن نے تصریح کی۔ کہ اگر قرآن مجید پہاڑ

جیسی سخت چیز پر نازل کیا جاتا

تو وہ وحیِ الہی کے جلال سے ریزہ ریزہ

(۲۰) لَرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا

ہو جاتا (سورہ حشر آیت ۲۱)

مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

مگر یہ رتبہ اور مرتبہ حضور ہی کو حاصل ہے کہ وحی جیسی پُر عظمت و جلال چیز کا



آپ کا قلب منور مخزن بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی اس عظمت کا یوں اعلان فرمایا۔

(۲۱) فَإِنَّ نَزَلْنَا عَلَىٰ  
قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ

تو جبرئیل نے اللہ کے حکم سے آپ کے  
دل پر قرآن اتارا۔

خوب و شامل میں ہر آن نرالا ہے

انسان تو ہے لیکن انسان نرالا ہے

جناب موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الہی میں شرح صدر کی دُعا مانگی۔

(۲۲) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي

الہی میرا سینہ کھول دے۔

صَدْرِي -

(طہ آیت ۲۵)

اللہ اکبر، حضرت موسیٰ تعرض کریں پھر ان کا شرح صدر ہو اور حضور سرور انبیاء کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مانگے حضور کا شرح صدر فرما رہا ہے۔ اللہ کا لفظ استفہام تقریری ہے یعنی اللہ تعالیٰ حضور سے تصدیق کا سوال فرما رہا ہے کہ اے رسولِ محترم ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا؛ یعنی کھول دیا ہے اور علم و معرفت سے بھر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سینہ نبوی میں علم و عرفان کے عظیم و جلیل سمندر رواں و دواں فرما دیئے؛ انھیں کون جان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے۔

عشش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر بس قسم کھائی ہے امی تری انانی کی

سورہ زمر میں فرمایا۔ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

(۲۳) فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ

وہ اپنے رب کی طرف کی طرف سے نور

پر ہیں (سورہ زمر آیت ۲۲)

رَبِّكَ -

یعنی ایسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ یقین و ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے

ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ نعمت سب سے زیادہ عطا ہوئی۔ اسی لیے حضور

نے فرمایا۔

یقین میرا سرمایہ ہے۔ (شفاء قاضی عیاض)

وَالْيَقِينُ قُوَّةٌ



سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(۲۴) وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ | يَتَذَكَّرُ لَهَا بَلَغًا أَكْثَرُ  
لِلْمُؤْمِنِينَ (ذاریات ۲۰) | نشانیاں ہیں۔

یعنی دنیا و مافیہا میں اللہ تعالیٰ کی آیات، نشانات اس کی صناعت اور قدرت کا مشاہدہ اور معائنہ اور پھر اس مشاہدہ سے فائدہ حاصل کرنا اہل یقین ہی کا حصہ ہے۔ یہ لہذا حضور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے سب سے زیادہ مشاہدہ کرنے والے اور جاننے والے ہیں۔

عالم میں کیا وہ تجھے جس کی خبر نہیں | ذرہ ہے کونسا تری جس پر نظر نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذکر کو بلندی عطا فرمائی | (۲۵) وَمَرَفَعْنَا لَكَ  
ذِكْرَكَ (انشرح آیت)

ترجمہ :- ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

یہ حضور سرور کائنات علیہ السلام کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی کا ذمہ خود رب العالمین جل مجدہ نے اپنے ذمہ لیا۔ ایسے ہی جیسے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی اور اعلان فرمایا۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْفِظُ الْقُرْآنَ | بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا  
إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (الحجر آیت ۹) | اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

تو جیسے قرآن کی حفاظت میں کوئی خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی حضور کے ذکر کی بلندی میں کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی تمام طاقتوں طاقتیں مجتمع ہو کر بھی آپ کے ذکر کو روکنے اور اس کی بلندی کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو کبھی اور کسی حالت میں

بھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ کیوں؟ اس لیے کہ ذکر رسول کی بلندی کا محافظ خدا ہے۔

فانزلنا من السماء ماء فاصحوا لآياتنا | وہ شمع کیا بجھے گی جسے روشن خدا کرے



ذکرِ رسول کی رفعت کے متعلق، ملکوتیوں کے سردار اور نور یوں کے شہنشاہ حضرت  
جبرئیل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے رسول کے ذکر  
کو اس طرح بلند فرمایا۔

إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِي | جب میرا ذکر کیا جائیگا تو اے رسول آپ  
(نصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶) | کا بھی ذکر کیا جائے گا۔

صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کا  
ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا  
نہیں جو اللہ تعالیٰ کے اقرار و شہادت کے ساتھ حضور کی رسالت کا اقرار اور شہادت  
نہ دے۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذان میں ہے نامِ الہی سے ملا نامِ محمد  
پس ذکرِ رسول ذکرِ خدا ہے جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفیٰ بھی ہے۔ یعنی  
کان جدھر لگائیے ان کی ہی داستان ہے۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر بول یا لا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

حضور کی ذات و صفات کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے | لطف کی بات یہ ہے کہ  
جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن

کو اپنی حفاظت میں لیا ہے۔ ایسے ہی صاحبِ قرآن حضور سرور کائنات علیہ السلام کی  
حفاظت و نگرانی بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مخاطب  
بنا کر اعلان فرمایا۔

②۶ وَاللّٰهُ يُعِصِمُكَ مِنَ النَّاسِ | اور اللہ تمہاری نگہبانی فرمائے گا لوگوں

سے۔ (مائدہ آیت ۶۶)

②۸ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ | سب لوگ اللہ کے قابو میں ہیں کہ آپ



پر دسترس پائیں۔ (اسرار آیت ۶۰)

اے محبوب رسول آپ اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہیئے بیشک آپ ہماری نگہداشت میں ہیں۔

(۲۹) وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔

(طور آیت ۲۸)

سبحان اللہ قرآن جو اللہ کا کلام اور انسانیت کے لیے آخری دستورِ حیات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محافظوں فرما کر اسے ابدی طور پر اپنی نگرانی میں لے لیا۔ تو اسی طرح

جس بستی مقدس کو اللہ تعالیٰ نے رسولِ کل اور نبی آخر بنا کر مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث

فرمایا اسے بھی بعصمک من الناس فرما کر اپنی ازلِ حفاظت میں لے لیا۔

قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے

آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

(حم سجدہ آیت ۴۲)

تم فرماؤ۔ اگر جن و انس اس بات پر

متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے

آئیں تو اس کی مثل نہ لاسکیں گے۔

(بنی اسرائیل ۸۸)

(۳۰) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ

خَلْفِهِ۔

(۳۱) قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ

وَالْجِنُّ عَلَيَّ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ

هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ

تو جب قرآن حفاظتِ خداوندی میں آنے کی وجہ سے تحریف و تبدیل، کمی و زیادتی

اور باطل کی آمیزش سے محفوظ، بے مثل و بے مثال ہو گیا۔ تو ایسے ہی حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اعزاز پا کر ہر عیب و نقس سے پاک و منزہ اور بے مثل و

بے مثال ہو گئے۔ جیسے قرآن کا مثل لانا ناممکن ہے ایسے ہی حضور کی مثال دکھانا بھی ناممکن

ہے۔ جیسے قرآن ایک محفوظ کتاب ہے ایسے ہی حضور کا قول و عمل، سیرت و کردار بھی



رہتی دنیا تک محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ جیسے قرآن رب ذوالجلال کا کلام اور نوع انسانی کے لیے آخری ضابطہ حیات ہے۔ ایسے ہی حضور نوریؐ، اللہ کے آخری رسول اور ساری کائنات کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ حضور کی ذات اور حضور کی صفات بھی قرآن کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔

سب سے اعلیٰ و ادنیٰ ہمارا نبیؐ

سب سے بالا و والا ہمارا نبیؐ

## اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام انبیاء پر درجوں بلندی عطا فرمائی ہے

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلندی کی۔

(۳۲) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ط

(البقرة آیت ۲۵۳)

اس آیت میں اس امر کا اظہار ہے کہ انبیاء کرام کے مراتب جداگانہ ہیں۔ بعض حضرات بعض سے افضل ہیں اگرچہ نبوت میں سب برابر ہیں مگر کمالات و فضائل میں ایک دوسرے پر برتری حاصل ہے (خازن و مدارک) رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے حضور سرور انبیاء حبیب کبریا علیہ السلام کی ذات گرامی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی ہے۔ قرآن نے درجوں کے شمار کا ذکر نہ کیا۔ جس سے واضح ہوا حضور کا مرتبہ و مقام اتنا بلند و بالا ہے جو کسی کے وہم و خیال میں نہیں آسکتا اور آپ کے درجہ کی بلندی کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے ۵

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا نیر نور ہو تم سائے رسل تاکے ہیں

حضور فضل و شرف کے سورج علم و حکمت کے چاند اور انبیاء کے سردار اور تمام رسولوں



سے افضل اور تمام کمالات کے پیکر حسین ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

أَنَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ (بیہقی) | میں سارے جہان کا سردار ہوں

قرون بدل رسولوں کی ہوتی رہی

چاند بدل کا نکلا ہمارا۔ نبی

حضور سید المرسلین ہیں | (۳۳) یسین وَالْقُرْآنِ الْمَحْکِیْمِ

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (یس)

ترجمہ :- اے یس۔ اے سردار مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ رسولوں سے ہیں۔

حضور سید ہیں۔ انھیں ان کے رب نے پیدا ہی سیادت (سرداری) کے لیے کیا

۔ مگر یہ کہلانے سے ایسے ہی بے نیاز ہیں جیسے اللہ رب العزت رب کہلانے سے بے نیاز

کوئی کے یا نہ کہے، کوئی مانے یا نہ مانے اللہ تعالیٰ رب العلمین ہے اور اس کا محبوب رسول

سید العلمین ہے۔ حضور سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا۔

أَنَا سَيِّدٌ وُلْدِ آدَمَ | روزِ قیامت میں تمام آدمیوں کا سردار

(مسلم و ابوداؤد) | ہوں۔

وُلْدِ وُلْدِ كِي جَمْعُ هُوَ ظَاهِرٌ هُوَ كِهْ وُلْدِ آدَمَ كِهْ دَاوْرَهٗ مِيں بَرَشَر، هَرِ اِنْسَان، هَرِ آدَمِ

داخل ہے۔ جملہ اولین و آخرین اس جملہ میں شامل ہیں۔ خود سیدنا آدم علیہ السلام میں اس

میں شامل ہیں جس کی تصریح خود حضور نے فرمائی ہے کہ

آدَمِ وَهَنْ دَوْنَهٗ تَحْتِ لِي وَاٰنِي | آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے

(احمد - ترمذی - ابن ماجہ) | جھنڈے تلے ہوں گے۔

سارے اونچوں سے اونچا سمجھیے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

حضور کی ذات اقدس تو سید الاولین و آخرین ہے ہی مگر حضور سے فیض پا کر اور

مُشْكِرَةٌ مَمُوْتِ سَعِ نُوْرٍ دَبْصِيْرَتِ كِي دَوْلَتِ حَاصِلِ كَرْنِے دَاوْلَةِ نَفُوْسِ قَدْسِيْہِ بِي سِيَادَتِ كِهْ



شرف سے مشرف ہو گئے۔ حضراتِ حسنینِ کریمین علیہما السلام کے متعلق حضور نے فرمایا۔

سَيِّدِ اشْبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ | جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

حضور کے وزراء کرام امیر المؤمنین صدیق اکبر اور امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بارگاہِ نبوت سے اسی اعزاز سے مشرف ہوئے۔ حضور نے فرمایا۔

هٰذَا نِ سَيِّدِ الْكُفُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ | ابوبکر و عمر جنت کے ادھیڑ عمر کے افراد  
مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ | کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

اصدق الصادقین سید الملتقیں

چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

حضور کل جہان کے لیے رسول ہیں | انبیاء سابقین خاص اپنی قوم کے لیے رسول بنا کر  
بھیجے جاتے تھے۔ قرآن مجید نے تصریح کی کہ

اللہ تعالیٰ نے کون رسول نہ بھیجا۔

③۳ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (ابراہیم) | مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے

جناب نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ اِلٰی قَوْمِهِ حضرت ہود کے متعلق فرمایا۔ اِلٰی عَاد

حضرت صالح کے متعلق فرمایا۔ اِلٰی ثَمُوْد حضرت شعیب کے متعلق وَ اِلٰی مَدْيَن

حضرت موسیٰ کے لیے فرمایا اِلٰی فِرْعَوْنَ حضرت ابراہیم کے لیے فرمایا عَلٰی قَوْمِهِ

حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا۔ اِلٰی بَنِي اِسْرٰئِيْل (صلی اللہ علیہ وسلم) توہر نبی اور

رسول خاص اپنی قوم کے لیے رسول و نبی بنا کر بھیجا گیا۔ لیکن حضور سید المرسلین

علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

③۵ مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً | نہ بھیجا ہم نے تمہیں مگر ساری کائنات کے

لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا۔ | لیے بشیر اور تذر بنا کر۔ (الانباء)

③۶ اِنِّي مَرْسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ | اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم سب



جَمِيعًا - (الاعراف ۱۵۸) | کی طرف -  
 (۳۷) لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا | وہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے  
 (الفرقان - ۱) | (نذیر) ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ  
 خالق ہے محمد مصطفیٰ علیہ السلام اس کے رسول ہیں۔ (مدارج النبوة) خود حضور علیہ السلام  
 نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَعَلَّمَهُ الْخَبْرَ | کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے رسول اللہ  
 مَا سُوَّلَ اللَّهُ - | نہ جانتی ہو۔

چاند شق ہو پڑ بولیں جانور محبتہ کریں  
 بارک اللہ مرجع علم یہ ہی سرکار ہے

انبیاء کرام سے حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا | یہ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ  
 اور خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور کی ذات والا صفات پر ایمان لانے  
 اور ان کی مدد کرنے کا عہد لیا۔

(۳۸) وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ | اے محبوب یاد کیجئے۔ جب خدا نے تمام  
 النَّبِيِّينَ (آل عمران ۸۱) | انبیاء سے عہد لیا۔

اور تمام انبیاء کرام نے حضور رب العالمین حضور پر ایمان لانے کا عہد کیا اور ایک دوسرے  
 پر گواہ بنے۔

(۳۹) وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ | اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی ذات کو  
 الشَّاهِدِينَ (آل عمران ۸۱) | گواہوں میں شامل فرمایا۔

حضور کی دنیا میں آمد سے قبل آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعا کی جاتی تھی | اسی عہد  
 کے مطابق



تمام انبیاء کرام اپنی اپنی مجالس میں حضور کی مدح و ثنا فرماتے رہے اور اپنی اپنی امتوں سے حضور پر ایمان لانے کا اہم دیتے رہے۔ حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے تشریف لائے (ابن جریر) حتیٰ کہ حضور کی تشریف آوری سے قبل

(۴۰) وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ  
يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ  
كَفَرُوا - (البقرة ۸۹)

کافروں پر حضور کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳۸ کی توضیح ہی میں حضور نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ آج اگر جناب موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری اطاعت اور میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی۔

(احمد دارمی)

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل اور رسولوں کا آفت ہمارا نبی

حضور ساری خدائی کے لیے رحمت ہیں | اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

(۴۱) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً  
لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء ۱۰۶)

اے محبوب ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا جو کچھ ہے۔ انبیاء اولیاء، اصفیاء۔ زمین آسمان چاند سورج، نباتات و معدنیات وغیرہ سب عالم میں شامل ہیں اور حضور ان سب کے لیے ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ اسی لیے اولیاء کاملین و علماء دین فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک، ابتداء سے قیامت تک جس کسی کو جو نعمت و دولت ملے یا آئندہ ملے گی سب حضور ہی کی بارگاہ بیکس پناہ سے بٹی اور



بٹی ہے۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹی ہے کوہین میں نعمت رسول اللہ کی

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّمَا أَنَا فَاتِسِمٌ وَاللَّهُ  
يُعْطِي

اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور تقسیم کرنے  
والا میں ہوں۔ (بخاری)

رب ہے معطی یہ ہیں تسم

دیا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضور ہادی انسانیت ہیں

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ  
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ترجمہ: بیشک آپ

سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں۔

ہدایت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ کسی کے دل میں ہدایت کو پیدا فرما دینا۔ (خلق) یہ  
صفت تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہدایت کے  
دوسرے معنی ہیں کہ حق کی دعوت دینا و تبلیغ کرنا۔ دلائل و براہین سے حق کی حقانیت کو  
ظاہر کرنا اپنی خدا داد روحانیت، اپنے کردار اور سیرت کی پاکیزگی، اپنے افعال حمیدہ و  
اقوال حکیمہ سے محض مخلوق کی خیر خواہی کے لیے انھیں سیدھا راستہ دکھانا۔ آیت بالا میں  
حضور کو اسی معنی میں ہادی فرمایا گیا ہے۔

حضور کی ہدایت کا انداز بھی بے مثل و بے مثال تھا۔ کشادہ روئی، خلق عظیم،  
شیریں کلامی، واضح بیانی ایسی کہ جو لفظ بھی زبان نبوت سے نکلتا دشمن بھی موم ہو جاتا،  
اور سننے والے کے قلب میں علم و عرفان کے دریا موجزن ہو جاتے۔ وہ لوگ سخت  
غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضور نے جو انقلاب عظیم برپا کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ زمین  
ہموار تھی اور حضور کو باصلاحیت ساتھی مل گئے تھے۔ اگر وجہ یہ ہی ہوتی تو قرآن حضور کو  
مُزکی کبھی نہ قرار دیتا۔ قرآن نے حضور کی ذات اقدس کے متعلق اعلان فرمایا۔



## حضورِ مُزکی علم ہیں | (۴۳) وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ جَمْعًا آيَةٌ

ترجمہ:- انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔  
تزکیہ کا تعلق دل سے ہے یعنی حضور کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کے قلوب کو عقائدِ باطلہ، اخلاقِ رذیلہ اور اعمالِ خبیثہ سے پاک و صاف فرماتے ہیں۔

## حضورِ نبی اُمّی | حضورِ اکرم نورِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی ہیں۔ کتابِ مجید نے بھی آپ کو اسی لقب سے یاد کیا ہے اور آپ کا یہ ہی لقب انبیاءِ

کرام و اُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اگرچہ از روئے لغت اُمّی کے معنی ان پڑھ کے بھی ہیں مگر حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے لیے یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے کہ آپ نہ کسی کے شاگرد ہیں اور نہ جن و انس و ملائکہ میں آپ کا کوئی استاد ہے آپ کا علم و فضل خاص عطیہٴ خداوندی ہے۔ آپ کو شاگردی کا شرف صرف ربِّ العالمین سے حاصل ہے

(۴۳) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ  
النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ (الاعراف، ۱۵)

وہ جو علامی کریں گے اس رسول بے پڑھے  
غیب کی خبریں دینے والے کی۔

امی و قیفتہ دانِ علم  
بے سایہ سائبانِ عالم

## حضورِ سراجِ مُنیر ہیں | تاریخ شاہد ہے کہ حضور کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ وہ اخلاق و تہذیب سے نابلدن پاک و ناپاک، جائز و ناجائز،

شائستہ و ناشائستہ کی تمیز نئے آشنا۔ ان کی زندگی گندی۔ ان کے طریقے وحشیانہ، زنا،  
جوڑا، شراب پوری، رہنری، قتل، خون ریزی، ان کا معمول۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے  
ننگے ہاتھ، ان کی عورتیں برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتیں وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر  
دیتے تھے۔ محض اس خیال کی بنا پر کہ کوئی ان کا داماد نہ بنے۔ وہ اپنے باپوں کے مرنے  
کے بعد اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کر لیتے۔ انہیں کھانے، لباس اور طہارت کے



معمول آداب بھی معلوم نہ تھے۔ دنیا جہان کی جہالتیں اور ضلالتیں ان میں جمع تھیں۔ بت پرستی، ارواح پرستی، کواکب پرستی، درخت، پتھر حتیٰ کہ گوبر پرستی ان میں رائج تھی۔ جاہل ایسے کہ ستو کے بت بناتے اور جب بھوک لگتی تو انھیں کاناشتہ کر لیتے۔ ایسے جاہل سرکش، غیر متمدن لوگوں کی اصلاح کا فرض حضور علیہ السلام کو سونپا گیا۔ ماحول سازگار نہ تھا۔ انسان باصلاحیت نہیں تھے۔ جہانگیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حضور سرور کائنات، فخر موجودات، ہدایت و بصیرت کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ قرآن نے اعلان فرمایا۔

(۲۵) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَدْسَلْنَاكَ  
شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا  
وَإِنَّا لَنَدْعِيكَ إِلَى اللَّهِ بِآذِينِ وَسْرَاجًا  
مُنِيرًا (الاعزاب ۲۶)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر اور ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب دنیا کے بڑے بڑے انقلابی لیڈروں کا کارنامہ صرف یہ ہوتا ہے کہ فضا موجود ہوتی ہے ماحول سازگار ہوتا ہے۔ ایسٹج اور کام پہلے سے تیار ہوتا ہے پھر وہ اپنے نظریہ کو پھیلاتے اور اپنے مشن میں کامیاب ہوتے ہیں اور ناکام بھی — لیکن حضور صرف ایک عام انقلابی لیڈر کی طرح ہرگز نہ تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور اللہ تعالیٰ ہی کے سراج منیر ہیں۔ یہ خصوصیت تمام مذہبی و غیر مذہبی رہنماؤں میں صرف حضور سید المرسلین علیہ السلام و تسلیم ہی کو حاصل ہے کہ جو انقلاب آپ نے برپا فرمایا۔ اس کے لیے نہ مواد تھا اور نہ لوگوں میں عمل استعداد اور نہ مطلب کے آدمی، حضور تین تنہا تھے

ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار تھا

حضور نے اپنی خدا داد صلاحیت سے خود ہی فضا پیدا کی اور خود ہی مواد، حالات کی رفتار کا رخ موڑ کر اس راستہ پر چلایا جس پر آپ چلانا چاہتے تھے۔ اس شان کا تاریخ سنا



رسول اور ایسے عظیم مرتبہ کا نبی کل جہان میں حضور کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

سب چمک والے اجلوں میں چمکائے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضور ہر خوبی و کمال کا خزانہ ہیں ﴿۴۶﴾ اِنَّا اعْطَيْنَكَ الْكُوْتُوْثَ

ترجمہ :- اے محبوب ہم نے آپ کو بے شمار

خوبیاں عطا فرمائیں۔

آیت بالا سے واضح ہے کہ حضور فضل و شرف، عزت و کرامت کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضائل کثیرہ عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی۔ نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی اور حکمت بھی، علم و معرفت بھی اور شفاعت و وجاہت بھی، حوض کوثر بھی اور مقام محمود بھی۔ کثرت امت بھی اور دشمنوں پر غلبہ بھی۔ غرض کہ بے حد و شمار فضیلتوں اور نعمتوں سے حضور کو نوازا۔

حُسنِ یوسف، دمِ علیؑ، یدِ بیضا داری

آنچہ خوبیاں ہمہ دارند تو تنہا داری

بجالتِ نماز آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنا  
ممنوع ہے۔ حدیث میں اس فعل پر وعید

شدید وارد ہوئی ہے کہ جو بجالتِ نماز آسمان کی طرف نظریں اٹھاتا ہے اسے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے نور کو نہ سلب فرمائے (بخاری)۔ یہ قاعدہ تو عام لوگوں کے لیے ہے خواہ وہ بزرگی کے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہوں مگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نرالی ہے۔ بارگاہِ یزدی میں حضور کے اعزاز کا یہ عالم ہے کہ اگر حضور بجالتِ نماز اپنی نظروں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ہم تمہاری مرضی پوری کر دینگے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم  
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ



حضور کو خوش کرنے کے لیے کعبہ ابراہیمی کو قبلہ مقرر کیا گیا ﴿۲۶﴾ قَدْ نَرَىٰ

فِي السَّمَاءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَتَ تَرْضَاهَا. (البقرة ۱۴۴) —  
ترجمہ - ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر  
دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

اگر لوگ بجاالت نماز اپنی نظریں اٹھائیں تو انہیں وعید سنائی جائے کہ اندھا کر دیا  
جائے گا مگر حضور محبوب خدا بجاالت نماز ہی نظریں اٹھائیں تو فرمایا جاتا ہے تمہاری خوشی  
پوری کر دی جائے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ تک۔ سب کا  
قبلہ بیت المقدس تھا۔ حضور علیہ السلام نے بھی سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے  
نماز ادا کی ہے۔ ایک روز حضور ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ قلب اقدس میں خیال  
آیا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ ابراہیمی کا قبلہ بنایا جانا پسند تھا۔ اسی بنا پر حضور  
نے بجاالت نماز آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی رضا جوئی کے لیے  
بیت المقدس جو قدیم سے تمام انبیاء کرام کا قبلہ تھا اس کی قبلیت کو منسوخ کر دیا اور حضور  
کی مرضی کے مطابق کعبہ ابراہیمی کو قیامت تک کے لیے قبلہ مقرر فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ  
کو حضور کی رضا مقصود و مطلوب ہے۔ رضائے محبوب کے لیے کعبہ ابراہیمی قبلہ بنا۔ کعبہ کو  
آج جو عظمت حاصل ہے کہ روئے زمین کے اصفیاء اولیاء اور بندگان خدا اس کی طرف  
سجدہ کرتے ہیں۔ یہ سب حضور ہی کا عطیہ اور فیضان ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ

لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

﴿۲۸﴾ وَلَا خِرَّةٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ | اور بیشک پھلی (گھڑی) تمہارے لیے



الأولیٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (ضحیٰ ۲۹، ۳۱) | پہلی سے بہتر ہے۔ قریب ہے تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تیرا رضی ہو جائے۔

آیت بالا میں اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب رسول سے یہ وعدہ ہے کہ دنیا و آخرت میں آپ کے مرتبہ کو ترقیاں عطا فرمائے گا۔ روز بروز آپ کے درجے بلند فرمائے گا۔ عزت پر عزت، منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کی عظمت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ حضور کی آخرت دنیا سے بہتر ہوگی۔ آخرت میں آپ کی شانِ محبوبی کا اظہار ہوگا۔ مقامِ محمود، حوضِ کوثر، مرتبہ شفاعت، تمام انبیاء و اصفیاء پر برتری اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں حضور کو عطا ہوں گی جو بیان سے باہر ہیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الکرامۃ والمفاتیح یومئذِ بیدی — کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم | اس دن عزت و کرامت کی کنجیاں مے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں انبیاء کا امام و خطیب اور ان کا شفیع ہوگا۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۲)

شہر یارِ ارم تا جدارِ حرم | نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام  
تعظیم و توقیر رسول کے بغیر عبادتِ الہی بیکار ہے | اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم و توقیر کو فرض قرار دیا ہے سارے جہان سے زیادہ حضور کو عزت رکھنا ایمان ہے اور جو حضور علیہ السلام سے زیادہ کس کو عزت رکھے وہ مسلمان نہیں ہے۔

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے | یہ رشتہ دینوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

سورہ توبہ میں فرمایا۔

”اے بنی تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی



تمہاری بیبیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمانی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان۔ ان میں کوئی چیز بھی اگر

## حضور سے محبت عین ایمان ہے

تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتار دے اور اللہ تعالیٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

(سورہ توبہ ع ۹)

﴿۲۹﴾ أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ  
وَمَا سُوِّلَهُ وَجْهًا فِي سَبِيلِهِ  
فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ  
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا پد زناور، برادر جان و مال اولاد سے پیارا  
اس آیت سے واضح ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی بھی چیز اللہ و رسول سے زیادہ عزیز ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے راہ نہیں دے گا اسے عذاب الہی کے انتظار میں رہنا چاہیے۔

اسی آیت کی تفسیر میں خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”تم میں سے کون مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے باپ

اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا  
نہ ہوں۔

(بخاری)

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ  
أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ  
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سورہ فتح میں فرمایا۔



⑤۰ اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَ  
رَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ  
وَ تَسْبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً  
(فتح ع ۹)

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور  
خوشخبری دینا اور ڈر سنانا تاکہ اے لوگو!  
تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور  
رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ  
کی پاکی بولو۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان لانے  
کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے۔ اس کے بعد تیسرے  
درجہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ذکر ہے۔ ایمان اور عبادت کے بیچ میں اپنے  
محبوب رسول کی تعظیم کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ بغیر ایمان تعظیم رسول کارآمد نہیں ہے۔  
اور بغیر تعظیم رسول عبادت الہی بیکار ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم  
کی تعظیم و توقیر آپ سے عقیدت و محبت مدار ایمان، مدار نجات اور مدار قبولیت اعمال  
ہے۔ تعظیم رسول کے بغیر عبادت مقبول نہ کوئی نیک عمل باعث اجر و ثواب رہ  
جناب مصطفیٰ ہوں جس سے ناخوش نہیں ممکن کہ ہو اس سے خدا خوش

حضور علیہ السلام شاہد و مبشر ہیں  
آیت بالا میں حضور سید المرسلین علیہ السلام  
کی دو اہم صفتوں کا ذکر ہے۔ اول شاہد

گواہ۔ محدث کبیر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز و یکنون الرسول  
علیکم شہیداً کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم کے شاہد ہونے کے معنی  
یہ ہیں کہ حضور اپنے نور نبوت سے اپنی امت کے ہر فرد کے نیک و بد اعمال، دل کا حال و  
احوال، ایمان و نفاق وغیرہ سے مطلع ہیں۔ اس لیے حضور کی گواہی امت کے حق میں دنیا  
و آخرت میں مقبول ہے۔ تفسیر عزیزی ص ۶۶

اپنی ذات کے شاہد و شہید ہونے کی تفسیر میں حضور نے فرمایا۔



جو چیز بھی میں نے پہلے نہیں دیکھی اس کو یہیں سے دیکھ لیا حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

مَا مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا كُنْ رَأَيْتَهُ إِلَّا  
وَقَدْ رَأَيْتَهُ مِنْ مَقَامِي هَذِهِ  
حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ (مسلم)

قرآن مجید میں اعلان کیا گیا کہ حضور علیہ السلام غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اور یہ نبی غیب بتانے میں  
بخیل نہیں۔

⑤ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ  
بِضَنِينٍ (تکویر ۲۲)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ  
وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ

حضور کو غیب کا علم عطا ہوا ہے

مَنْ يَشَاءُ (آل عمران ۳۵۲) ترجمہ :- اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور حضور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اس آیت سے اور اس کے سوا متعدد آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور غیب کا عالم ہونا حضور کا معجزہ ہے۔

دوم مبشر، بشارت دینے والا۔ کسی چیز کی بشارت اور خوشخبری وہی دے سکتا

ہے جو عالم ہو۔ حضور نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ کل تمہارے لیے

جنت میرے ذمہ ہے

لَكَ الْجَنَّةُ عَلِيًّا يَا

(بخاری ترمذی)

طَلْحَةَ عِنْدًا

ایک مقدس صحابی حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے لیے

وضو کا پانی پیش کیا۔ حضور نے فرمایا مانگو۔ انھوں نے عرض کی۔ حضور میں آپ سے



دربار حاضر ہو۔ کیوں؟ یہ بتانے کے لیے۔

مفسو! تمام لوگوں ان کا یہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

چنانچہ صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ جب ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور حضور کی طرف کرتے تھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تصویر دارغالیچہ خریدی۔ حضور باہر سے تشریف لائے۔ دروازہ پر رونق افروز رہے۔ گھر کے اندر قدم نہ رکھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب چہرہ اقدس پر اثرِ ناراضگی پایا تو عرض کرنے لگیں۔

<p>یا رسول اللہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کیسے خطا ہوئی۔</p>	<p>يَا رَسُولَ اللَّهِ اتُّوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ مَاذَا أَذْنَبْتُ (مسلم و بخاری)</p>
---	---

چالیس صحابہ کرام جن میں حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم بھی شامل تھے۔ مکہ جبر و قدر پر بحث کرنے لگے۔ حضور علیہ السلام کو ان کی یہ بحث پسند نہ آئی۔ اس حالت میں برآمد ہوئے کہ چہرہ اقدس شدتِ جلال سے دہک رہا تھا۔ آپ کے دونوں رخسار گلاب کی طرح سُرخ تھے گویا انار ترش کے دانے پھوٹ نکلے ہیں۔ صحابہ کرام یہ کیفیت دیکھ کر حضور کی طرف تھر تھراتے کانپتے آئے عرض کی۔ ہم اللہ و رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے حضور کو صفتِ رحمتِ مشرف فرمایا ﴿۵۶﴾ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ

رآل عمر، ع - ۱۶۴) ترجمہ :- اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور کو ایسا حصہ وافر عطا فرمایا کہ آپ کو جہان کے لیے رحمت بنا دیا اور قرآن مجید میں آپ کو رحیم کی صفت سے موصوف فرمایا (سورہ توبہ) رحیم۔ رحم سے بنا ہے۔ اس کے لغوی معنی عاجز، ناتواں، مصیبت زدہ کے ہیں اور



رحیم کے معنی یہ ہیں جو بے کس، عاجز اور مصیبت زدہ کی جگڑی بنا دینے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بھی اس صفت سے مشرف فرمایا اور حضور کو رحمتِ محکم بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضور بھی اللہ تعالیٰ کی عطا سے جگڑی بنانے والے ہیں۔



میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیٹے ہیں، ڈر بے بہا دیٹے ہیں

حضور کا دین بھی رحمت ہے اور حضور کی تعلیم بھی رحمت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

إِمْرَحْمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ

يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

(ابوداؤد، ترمذی)

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — جو کون چھوٹے پر رحم

نہیں کرتا۔

جو بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں

سے نہیں۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا

وَلَمْ يُوقِرْ كَبِيرَنَا (ترمذی)

حضور کی ذاتِ قدس پر الزام و اعتراض کا جوابِ درتِ علینے دیا

سے واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام سے ان کی اُمت کے افراد جاہلانہ گفتگو کرتے، سخت کلامی بہبودہ گوں سے کام لیتے حتیٰ کہ ان کی ذاتِ معصوم پر زنا تک کی تہمت لگانے سے بھی نہ جھکتے حضرت نوح علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا۔ ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں (۱۶۱) حضرت ہود علیہ السلام سے ان کی قوم نے یوں خطاب کیا۔ ہم تمہیں احمق اور کذاب خیال کرتے ہیں (۱۶۲)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔ اے موسیٰ ہم تم کو سحر زدہ تصور کرتے ہیں (بنی اسرائیل) کفار و منافقین کا یہ گستاخانہ انداز من و عن قرآن مجید



میں درج ہے — مگر محبوب رب العالمین، رحمة اللعالمین، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان زالی ہے۔

کیا بات صحت اس چمنستانِ کرم کی  
زہرا، کلی جس میں حسین اور حسن پھول

رب العالمین جل جلالہ کی اپنے مقدس رسول پر فضل و کرم کی انتہا یہ ہے کہ جب کبھی کفاد و منافقین نے حضور کی بے ادبی کی۔ آپ پر کوئی الزام لگایا۔ زبان درازی کی، حضور کی شان کے خلاف زبان پر غیر مناسب جملے لائے تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے مسلمانوں کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ جب بھی کسی طرف سے شان رسول کو گھٹانے یا ان کی بارگاہ میں بے ادبی کا مظاہرہ ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کی مدافعت کریں۔ حضور کی حمایت اور حضور کے فضل و شرف کے اظہار و اعلان کے لیے ہر وقت اور زمانہ اور ہر لمحہ میں کمر بستہ رہیں۔

کفار نے حضور پر شاعر، کاہن، مجنون ہونے کا الزام لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے

جواب دیا۔

۵۸ مَا أَنْتَ بِمَجْنُونٌ (ن-۲) | تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

۵۹ فَمَا أَنْتَ بِكَاهِنٍ (طور) | تم اپنے رب کے فضل سے کاہن نہیں۔

۶۰ مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (یس ۶۹) | اور ہم نے اپنے رسول کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ انکی شان کے لائق ہے۔

واضح رہے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کو شعر اور اس کے قواعد و ضوابط

کا علم نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔ کیونکہ عموماً شعراء کا کلام، مبالغہ، جھوٹ، خلاف واقعہ امور پر مشتمل ہوتا ہے اور حضور کا دامن تقدس اس سے



پاک ہے۔ حضور کو تو علوم کائنات عطا ہوئے ہیں۔ اس لیے اس آیت سے حضور کے لیے کسی بھی چیز کے علم کی نفی مراد لینا غلط اور قرآن مجید کی متعدد آیات کی تصریحات کے خلاف ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھولِ خار سے دُور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وحی کے آنے میں دیر ہوئی تو کافر بولے۔ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا

اور دشمن بنا لیا ہے۔ خداوندِ قدوس نے جواب میں فرمایا۔

﴿۶۱﴾ وَالصُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا  
سَجَىٰ مَا وَدَّعَكَ مَا بَكَ وَ  
مَا قَتَلَىٰ

قسم ہے اے محبوب تیرے رتے روشن کی  
اور قسم ہے تیری زلفِ عنبریں کی جب وہ تیرے  
چمکتے رخساروں پر بکھرائیں۔ تمہیں تمہارے

رب نے نہ چھوڑا نہ مکروہ جانا

واللَّيْلِ تیرے گیسوئے مشکیں کی بتنا  
والشمس ہے ترے رُخ پر نور کی قسم

بعض مفسرین نے فرمایا۔ صبحی سے نورِ جمالِ مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے اور لیل  
کنایہ ہے حضور کے گیسوئے عنبریں سے۔ (روح البیان) ۷

ہے کلامِ الہی میں شمس و صبحی ترے چہرہ نورِ فزا کی قسم

قسم شبِ تار میں رازیہ تھا کہ حبیب کی لُف دتا کی قسم

حضور عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت قاسم کا انتقال ہوا تو کفار نے حضور

کو اتر منقطع النسل کہا یعنی یہ کہا کہ اب آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ آپ کا چہرہ خاتم ہو جائے

گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی اور اس کے ابتداء میں فرمایا۔ اِنَّا

اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ہم نے آپ کو بیشمار خوبیاں (خیر کثیر) عطا فرمائیں۔ بیشمار فضائل

عطا کر کے تمام مخلوق پر افضل کیا۔ حُسن ظاہر بھی دیا اور حُسن باطن بھی، نسبِ عالی بھی اور

نبوت و حکمت بھی اور کتابِ (قرآن) دیا۔ شفاعت کا اعزاز، حوضِ کوثر، مقامِ محمود،

کثرتِ اُمت اور فتح و نصرت، دشمنوں پر غلبہ اور بیشمار فضیلتیں بخشیں۔



عرشِ حق ہے سزا رفت سول اللہ کی دیکھی ہے حشر میں عزت رسول کی  
 آپ تو حسن و خوبی، جمال و کمال کے پیکر حسین ہیں اور آپ کا نام تو ہمیشہ بلند اور آپ کا  
 ذکر ہمیشہ جاری رہے گا۔ اب جو آپ کو ابر کھتا ہے تو آپ ابر نہیں ہیں بلکہ کھنے والا ہی  
 ابر اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہے۔

⑥۲ | اِنَّ شَانِكَ هُوَ الْاَبْتَرُ | بیشک آپ کا جو دشمن ہے وہ ہر خیر  
 سے محروم ہے۔ (کوثر، ۳)

حضور کی شان تو سب سے اعلیٰ ہے اور ان کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ان کا ذکر  
 نہ رک سکتا ہے اور نہ ان کا نام مٹ سکتا ہے۔

جبین عرش پہ لکھا ہوا ہے نام ترا خدا کے بعد ہے سب سے بڑا مقام ترا  
 ابن ابی ملعون نے کہا۔ ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم جو کہ بڑی عزت والے ہیں نکال دیں  
 گے جو نہایت ذلت والا ہے۔ ذلت والوں سے مراد اس کی حضور اور مسلمان تھے۔ اللہ  
 تعالیٰ نے اس منافق کو جواب میں فرمایا۔

⑥۳ | وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهِ | عزت تو ساری خدا اور رسول کے لیے  
 ہے۔ (منافقون، ۸)

فرش دانے تری شوکت کا علو کیا جانیں خسر و اعش پہ اڑتا ہے پھر پیرا تیرا  
 بارگاہِ خداوندی میں حضور علیہ السلام کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جب کفار و منافقین  
 آپ کی تکذیب کرتے، حق و صداقت کو قبول نہ کرتے تو حضور کو رنج ہوتا۔ اور وہ پاک،  
 بے نیاز سارے جہان کا رب جل مجدہ ان الفاظ سے حضور کی تسلی خاطر فرماتا۔

هٰمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ (کافر) کہہ رہے ہیں۔  
 فَتَدْنَعْلَمُ اِنَّهٗ لِيَحْزُنُكَ  
 الَّذِي يَقُوْلُوْنَ - (انعام، ۲۳)



جتنا میرے حسد کو ہے میرا نبی عزیز  
کو نہیں میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

حضور کی مزید عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ طرح  
طرح کے الزام لگا کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں انھیں نہایت ہی ذلت کا عذاب دیا  
جائے گا اور دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس  
کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے  
دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے  
لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿۶۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُوْذُوْنَ اللّٰهَ وَ  
رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا  
وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا  
مُّهِينًا۔ (اعزاب ۵۷)

واضح رہے کہ اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے اسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر  
حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایذا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور  
کو ایذا پہنچانا حضور کی شان میں گستاخی کرنا اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا ہے ایسے شخص کے  
لیے دردناک عذاب ہے۔

گستاخ رسول ذلت کے عذاب کا مستحق ہے | اس کے بعد فرمایا۔ کسی کو یہ  
حق نہیں ہے کہ ہمارے مقدس

رسول کو ایذا پہنچائے یا ایسی کوئی بات کرے جو انھیں ناگوار ہو یا ان کی شان کے خلاف  
ہو یا ان کی خاطر اقدس پرگراں ہو۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا  
رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (اعزاب ۵۳)

اور تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ  
کو ایذا دو۔

حشی کہ اپنے محبوب کی تسکین خاطر کے لیے مزید فرمایا کہ کفار و منافقین کا آپ کی رسالت  
اور ہدایت کو قبول نہ کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسے محبوب صرف تمہارے ساتھ



خاص ہو۔ کفار کا تو انبیاء سابقین کے ساتھ بھی یہی رویہ رہا ہے۔

(۶۵) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ  
مَنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا (الانعام) ۳۲

تم سے پہلے رسول بھی (جھٹلائے گئے  
تو انہوں نے صبر کیا۔

پھر مزید تسلی و تشفی کے لیے فرمایا کہ اے محبوب محترم ان بے ایمانوں کے ایمان  
سے محروم رہنے پر آپ اس قدر رنج و فکر نہ کیجئے اور اپنی جان پاک کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔

(۶۶) فَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ  
عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَوْ يُؤْمِنُوا  
بِهَذَا الْحَدِيثِ إِسْفًا

تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے  
ان کے پیچھے اگر وہ اس بات پر ایمان  
نہ لائیں غم سے۔

(الکہف ۶)

(۶۷) وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ  
يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (آل عمران) ۱۶

اور اے محبوب تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو  
کفر پر دوڑتے ہیں۔

یعنی خواہ کفار قریش ہوں یا منافقین یا روساء یہود یا مرتدین۔ اگر یہ ایمان نہیں لاتے  
آپ کیوں فکر کریں؟ یہ آپ کے مقابلے کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کریں کامیاب ہونگے  
اللہ اکبر۔ رب کائنات جل مجدہ کا اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لطف و  
کرم کے ساتھ تسلی دینا آپ کے بارگاہ الہی میں ایسی قدر و منزلت کا آئینہ دار ہے کہ  
جسے انسانی قلم بیان کرنے سے قاصر ہے ۷

تراقد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے  
نہیں گل کے پردوں میں ڈالیاں کچھن میں سر و چہاں نہیں

حضور کی بیعت اللہ کی بیعت ہے اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے

(۶۸) لَنْتَرْضَىٰ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ | بيشك الله تعالى مؤمنوں سے راضی ہو



اذْيَبَا يَعُونَكَ تَحْتِ الشَّجَرَةِ (فتح - ۱۸) | کیا۔ جب اے محبوب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

اس آیت میں اس بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر ایک خاردار درخت کے نیچے بارہ ہزار صحابہ کرام نے جن میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں، حضور علیہ السلام کے دستِ اقدس پر کی۔ اس بیعت کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ بیعت کرنے والوں کو قرآن نے رضائے الہی کی بشارت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور کا مرتبہ یہ ہے کہ جو آپ سے بیعت کرے رضائے الہی اسے حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ کی رضا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جو شخص رضائے الہی کو پالیتا ہے وہ مراد کو پالیتا ہے۔ قرآن نے تصریح کی کہ

(۶۹) وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ | اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے اور یہ ہی ہے بڑی مراد پانی۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کو ثوابِ عظیم اور نعمت و کرامت سے سرفراز کرتی ہے اور بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا اس کے مومن کامل اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ثابت قدم رہنے کی دلیل ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو حضور کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے سے یہ دونوں باتیں حاصل ہو گئیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔

(۷۰) مَرْضَىٰ اللَّهُ عَنْهُمْ | اللہ تعالیٰ ان سے (صحابہ) سے راضی ہو گیا اور وہ (صحابہ) اللہ سے راضی ہو گئے

پھر اس بیعت کی عظمت و رفعت و منزلت کا یہ عالم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو جو حضور کے دستِ مبارک پر ہوئی۔ اسے اپنی بیعت قرار دیا اور فرمایا۔

(۷۱) إِنَّ الَّذِينَ يَبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (فتح - ۱۲) | وہ جو (اے محبوب) تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔



دستِ احمد عین دستِ ذوالجلال  
آمدہ در بیعت و اندر قتال

حضور کا فعل اللہ کا فعل ہے | آیت بالا سے واضح ہوا کہ بارگاہِ الہی میں حضور کو وہ

قرب حاصل ہے کہ آپ سے بیعت، اللہ سے بیعت ہے۔ جیسے حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت، حضور کا فعل اللہ کا فعل، حضور کی رضا اللہ کی رضا اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ قرآن مجید نے حضور علیہ السلام کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

(۷۲) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ  
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (انفال-۱۶)  
علامہ اقبال نے کہا۔

پہنچا او پنچہ سہی می شود ماہ از انگشت او شق می شود

جس واقعہ کی طرف آیات بالا میں اشارہ ہے۔ وہ غزوہ بدر سے متعلق ہے۔ کفار کا ایک ہزار کے قریب لشکر جو تکبر و غرور میں چُور تھا اور حق کے مقابل آیا تھا۔ حضور نے مٹھی بھر خاک لشکر کفار کی طرف پھینک دی۔ یہ مٹھی بھر خاک ہر ایک کی آنکھ میں پہنچی اور بے بصران حقیقت کو بتلا گئی کہ رسولِ پاک کی شان سے جے بہرہ ہیں۔ وہ اسی امر کے سزاوار ہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹیں۔ اللہ تعالیٰ نے عجیب اندازِ دلنوازی سے حضور کے اس فعل کو اپنا فعل قرار دیا جو حضور کی محبوبیت اور آپ کے اعجاز کی دلیل ظاہرہ میں تیرے ہاتھوں کے صد کیسی کنکریاں تھیں وہ جن سے اتنے کافروں کا دفعہ منہ پھر گئی

حضور کا اتباع اور تعظیم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے | اللہ تعالیٰ کو حضور اس قدر



محبوب ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور کا اتباع کرے اسے محبوبیت کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

(۶۳) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ  
اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ  
(آل عمران - ۳۱)

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو، اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

کشف راز من رانی یوں ہوا، تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا۔

دربارِ نبوت کے آداب کا خیال رکھنا فرض ہے | لغت میں اتباع کے معنی پیچھے چلنے کے ہیں۔ مطلب

آیت یہ ہے کہ حضور کے ساتھ غلامانہ انداز اختیار کرو۔ خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو ان سے ہمسری و برابری کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اس معاملہ میں قرآن نے تصریح کی۔

(۶۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ  
وَرَسُولِهِ

ایمان والوں اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

(الحجرات - ۱)

یعنی قول و فعل و عمل غرض کہ کسی معاملہ میں اللہ و رسول سے آگے بڑھنا ممنوع ہے اور حضور علیہ السلام کے ادب و احترام کے خلاف ہے حتیٰ کہ عبادت و ریاضت میں بھی رسول کریم علیہ السلام سے تقدم منع ہے۔

مفسرین نے لکھا۔ چند شخصوں نے عید الاضحیٰ کے دن حضور سے پہلے قربانی کر لی تھی انہیں حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے۔ ان کے حق میں آیت بالا نازل ہوئی کہ روزہ رکھنے میں بھی اپنے مقدس رسول سے تقدم (پہل) نہ کرو۔ بارگاہِ نبوت کے ادب و احترام کا خیال رکھو۔



بارگاہِ نبوت میں بلند آواز سے بولنا منع ہے | قرآن مجید نے حضور کے ادب و احترام و نیاز مندی

کا اس درجہ خیال رکھنے کا حکم دیا ہے کہ آپ کی آواز پر آواز بلند نہ کرو۔

(۷۵) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ  
صَوْتِ النَّبِيِّ

اے ایمان والو۔ اپنی آوازیں اونچی  
نہ کرو۔ اس غیب بتانے والے نبی  
کی آواز سے۔ (المحجرات - ۲)

یعنی حضور کی بارگاہ میں جب کچھ عرض کرو تو آہستہ پست آواز سے عرض کرو،

یہ ہی دربار رسالت کا ادب و احترام ہے۔

انہیں انسان وہ انسان ہیں یہ  
اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کہو جیسے  
آپس میں ایک دوسرے کے سامنے  
چلا تے ہو۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ  
(۷۶) وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ  
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ  
(المحجرات - ۲)

آیت بالا میں حکم دیا گیا کہ حضور کا اجلال و اکرام، ادب و احترام، ہر معاملہ میں فرض ہے۔ حضور سے بات اس طرح نہ کی جائے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف ہو کر کی جاتی ہے یا نام لے کر پکارا جاتا ہے۔ حضور کو جب ندا کی جائے، پکارا جائے تو تعظیم و توقیر سے جب یاد کیا جائے تو معزز و پر عظمت القاب سے پھر حد یہ ہے کہ قرآن نے یہ تصریح کر دی کہ اگر آدابِ نبوت کا خیال نہ رکھا گیا اور حضور کے معاملہ میں ذرا بھی سوء ادب سے کام لیا گیا تو عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جائے گی۔

(۷۷) أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ  
وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ  
ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

(المحجرات - ۲)



واضح رہے کہ جب عمل اس وقت ہوتا ہے جب آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے۔ معلوم ہو کہ ادب و احترام نبوت کا خیال نہ رکھنا اعمال خیر کی بربادی کا سبب ہے اور اگر قصداً بنیت توہین حضور کی ذرا بھی قول و فعل اور اشارہ سے توہین کا ارتکاب کیا تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اونچا سننے (ثقل سماعت) کا عارضہ تھا۔ اس وجہ سے بحضور نبوت ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ جب آیت بالانازل ہوئی تو گھر میں بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ میں بلند آواز ہوں جہنمی ہو گیا۔ حضور کو اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ نہیں وہ جنتی ہیں (کیونکہ ان کی بلند آوازی مجبوری کی بنا پر ہے)۔

آیت بالا کے نزول کے بعد سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق صحابہ کرام کا ادب و احترام اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور کے ادب و احترام کا ایک معیار قائم کیا۔ بحضور نبوی نہایت آہستہ گفتگو کرتے۔ ایسے افراد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مغفرت اور اجر عظیم کا اعلان فرمایا۔

بیشک جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے حضور وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری (تقویٰ) کے لیے پرکھ لیا اور ان کے لیے بخشش اور

﴿۷۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغْضُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَمْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِتَقْوٰى لَهُمْ

۷۸ علامہ ابن تیمیہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ ہی لکھا ہے۔ ان کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔

اخبِرَانِ ذَالِكَ سَبَبِ حَبْوَةِ الْعَمَلِ فَمِنْ اِيْدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ يَقْتَضِي الْكُفْرَانَ

الْعَمَلُ لَا يَحْبُطُ اِلَّا بِهٖ (الصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ)



مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (المحجرات) | بڑا ثواب ہے۔

الغرض حضور کا بے حد و حساب احترام، ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔  
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں

ایمان یہ کہتا ہے میری جان میں یہ

صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا ایسا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے بیان کے لیے تو دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے۔ — عروہ بن مسعود ثقفی جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے۔ تحقیق حال کے لیے جب حدیبیہ کے مقام پر آئے تو انھوں نے دیکھا کہ

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ کرام حضور کے غسالہ شریف کو تبرک کے طور پر حاصل کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ حضور کبھی تھوکتے ہیں تو صحابہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو حضور کا لعاب مبارک حاصل ہو جاتا ہے وہ اسے اپنے چہروں اور بدن پر برکت کے لیے ملتے ہیں۔ حضور کے جسم قدس کا کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ حضور کا بال مبارک صحابہ نہایت ادب و احترام سے لیتے۔ جان عزیز سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ جب حضور کلام فرماتے تو سب خاموش و ساکت رہتے۔ ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اور نہیں اٹھاتا۔“ (بخاری)

صحابہ کرام کے ادب کی انتہا یہ تھی کہ وہ بحضور نبوی اپنی ذات کو حضور کا بندہ اور خادم کہنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ حضرت امام دوم سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا — میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ پس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

فَكُنْتُ عَبْدَهُ وَخَادِمَهُ | کا بندہ اور خدمتی تھا۔ (ازالۃ الخفاء شاولی)



مثنوی میں مولانا رومی قدس سرہ العزیز نقل کرتے ہیں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا بلال کو آزاد کیا تو مع ان کے حاضر بارگاہ نبوت ہوئے اور عرض کی۔  
گفت ما دو بندگانِ کوٹھے تو کردمش آزاد ہم بر روٹھے تو  
کیا اس شان کے ادب و احترام کی جیسا کہ صحابہ کرام نے کیا، اس کی مثال کہیں نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام کے اس کردار سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ حضور کا ادب و احترام ہی ایمانِ کامل کی نشانی ہے اور حضور کا ادب و احترام صرف حضور کی ظاہری حیات تک محدود نہیں ہے بلکہ آج بھی حضور کا ویسا ہی احترام ہے جیسا کہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں کیا جاتا ہے۔

خاتم انبیاء رسول اللہ، نائب کبریٰ رسول اللہ  
نہ ہوا ہے نہ ہوگا عالم میں، آپ سا کوئی یا رسول اللہ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام برہان  
بھی ہے۔

حضور اللہ تعالیٰ کی دلیل ہیں

اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف  
سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف  
روشن نور اتارا۔

④ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ  
رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا  
مُّبِينًا (نساء، ۱۷۵)

اس آیت میں نور سے قرآن مجید مراد ہے اور دلیل سے حضور علیہ السلام کی ذات  
گرامی۔ برہان دلیل کو کہتے ہیں۔ جس سے دعویٰ کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ حضور کی ذاتِ اقدس  
اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ حضور کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ  
کے جلال و جمال اور قدرت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ دُنیا میں جس قدر انبیاء کرام  
تشریف لائے انھیں معجزے تو دیئے گئے مگر خود ان کی ذات معجزہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ  
نے حضور کی ذاتِ اقدس کو سرتا بقدم معجزہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔  
⑤ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا



بِالْبَيِّنَاتِ (مادہ) | نشانیاں معجزات لے کر آئے۔

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے ہیں اس بنا پر ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نشانی قرار پاتا ہے مگر اس خصوصیت میں ہمارے مقدس رسول کی شان نرالی ہے۔

رُخِصَ مَصْطَفَىٰ هُوَ وَآيُنُهُ كَهَيْمَانٍ فِي دَوْرٍ آيُنُهُ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو معجزہ مجسم ہے۔ آپ کی گفتار و

رفتار، لب و لہجہ، پیام و دعوت، چشم و ابرو سب معجزہ ہی معجزہ ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کا خواب و خیال، غور و فکر بھی معجزہ ہے۔ قرآن نے تصریح کی۔

⑧ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ | تحقیق اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کے

الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ (فتح) | خواب کو سچا کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور جو خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتا تھا (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں :-

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ (ترمذی) | انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابھی جب تم کو نماز پڑھا رہا تھا۔ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا (بخاری) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر کیا تو میں دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے

كَانَمَا أَنَا أَنْظُرُ إِلَى كَفَىٰ هَذِهِ | اپنی ہتھیلی کو

لوگ حضور کی اقدار میں نماز ادا کرتے تو حضور نماز کے بعد فرماتے۔ مجھ سے پہلے



جدہ و رکوٰۃ نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں

اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتا ہوں  
جیسے اپنے آگے۔

فَاِنِّي لَا نَظُرُ اِلٰی مَا وَّرَآءِي  
كَمَا اَلْظُرُّ اِلٰی مَا بَيْنَ يَدَي  
(نخصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

لوگ حیران ہوتے تھے اور آج بھی ہوتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی چشمانِ حق بین ساری کائنات کا کیسے اور کیونکر مشاہدہ کر سکتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک دن صبح کی نماز سے عشاء کی نماز تک کے وقفہ میں دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ فرمادیا (اسلم) یہ قیامت تک کے حالات حضور نے کس طرح بیان کر دیئے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں عطا فرمایا ہے۔

(۸۲) اَفَمَرُّوْنَہٗ عَلٰی مَا  
یُرٰی (نجم، ۱۰) | حضور علیہ السلام جو کچھ دیکھتے ہیں اس  
پر تم ان سے جھگڑتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ حیران ہونے اور شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ہمارے مقدس رسول ہیں اور ہمارے محبوب نبی بھی۔ ان کی آنکھوں کو اپنی آنکھوں جیسا نہ سمجھو۔ ان کی رویت و بصیرت اور مشاہدہ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے انہیں اپنے عجائبِ قدرت بھی دکھا دیئے۔ رات کے نہایت قلیل مدت میں ہم انہیں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئے۔

(۸۳) لِنُرِیْہٖ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ  
هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ  
(بنی اسرائیل - ۱) | تاکہ ہم اپنے بندہ خاص کو اپنی نشانیاں  
دکھائیں۔ بیشک (ہمارے رسول) سنتے  
دیکھتے ہیں۔

بعض مفسرین نے انہ کی ضمیر کا مرجع حضور کی ذات کو قرار دیا ہے۔ اب مطلب آیت یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سمیع و بصیر جو اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ



سے ہیں۔ انھیں سے حضور کو بھی نوازا (رُوح البیان، مدراج النبوة)

یہ دنیا تو چیز کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تو اپنے مقدس اور طیب و طاہر رسول کو اپنی ذات کے جلوے کے مشاہدہ سے بھی نوازا دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس سے حضرت شریک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتمی تک پہنچے تو عزت والا جبار خدا

وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلَّنِي  
حَتَّىٰ كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ  
أَوْ أَدْنَىٰ (بخاری کتاب التوحید)

یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور حضور کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

خالق نے رتبہ آپ کا اتنا بڑھا دیا حتیٰ کہ اپنی ذات کا جلوہ دکھا دیا صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ درخت آپ کو سجدہ کریں، پتھر آپ کو سلام کریں، ابر سایہ انگن ہو جائے اور فریادیں کریں۔ کنکر کلمہ پڑھیں۔

میرے مولا کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں چاند اشارے سے شق ہو۔ ڈوبا ہوا سورج آپ کے حکم واپس لوٹے، حضور کی انگشت مبارک اونچی ہو تو چاند اونچا ہو۔ حضور انگلی نیچی کریں تو چاند نیچا ہو جائے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ) سے

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اُلٹے قدم  
قرآن مجید میں فرمایا سے  
تیری انگلی اٹھ گئی منہ کا کلیجہ چر گیا  
وقت آ گیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

﴿۸۴﴾ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشَقُ  
الْقَمَرُ



ماہِ شوقِ گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر، مہر کی رجعت دیکھو  
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو ایسے اعجاز ہوا کرتے ہیں  
صحابہ کرام پانی نہ ہونے کی شکایت کریں تو حضور کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چٹھے  
جاری ہو جائیں ۛ

پنج مہر عرب سے، جس سے دریا بہ گئے چشمہ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں  
متعدد بار ایسا ہوا کہ پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوت عرض کی۔ حضور پانی  
نہیں ہے۔ پانی کا صرف ایک کوزہ موجود تھا۔ حضور نے اس کوزہ میں دست مبارک رکھ دیا  
تو پانی آپ کی انگلیوں سے قوارے کی طرح جاری ہو گیا ۛ

انگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریا کرم ہیں جابی  
جوش پہ آتی ہے جب غم خزاری تشنہ سیراب ہوا کرتے ہیں  
ایک دودھ کے پیالہ سے ستر اصحاب صفہ سیراب ہوئے۔ جسم مبارک قدرتی طور پر خوشبودار  
تھا۔ جس رات سے آپ گزر جاتے وہ خوشبو سے معطر ہو جاتے ۛ

بسی عطر محبوبی کبیریا سے عباٹے محمد قبائے محمد  
حضور کے پسینہ مبارک کو صحابہ کرام عطر میں ملاتے تھے تاکہ عطر مزید خوشبودار ہو جائے۔  
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے لہن پھول  
حضور کو حسن عطا ہوا تو بے مثل و مثال صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ چہرہ اقدس چاند و سورج سے  
زیادہ چمک دار تھا۔ جب گفتگو فرماتے دندان مبارک سے نور چھننا ہوا نظر آتا۔ مقدس آنکھوں  
کی یہ کیفیت کہ اندھیرے اُجالے میں یکساں دیکھتے، عرش تک نظریں پہنچتیں اور لامکان تک  
مشاہدہ فرماتیں ۛ

سُرمیں آنکھیں عریم حق کے وہ مشکیں غزل  
ہے فسنائے لامکان تک جن کا درمناز کا



جسمِ اقدس بے سایہ چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔  
 قلبِ مبارک کی یہ کیفیت کہ حضرت جبریل امین حاضر ہوئے۔ آپ کے سینہ اقدس کو چاک کیا،  
 قلبِ مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر ایمان و حکمت سے بھر کر سینہ اقدس میں رکھ دیا  
 قد مبارک کا یہ عالم ہر شخص سے اُوچے دکھائی دیتے ۛ

تراقد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے  
 نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو جہاں نہیں  
 لعابِ مبارک ہر مرض کی دوا، کھاری کنویں اس سے شیریں ہو جائیں۔ قدمِ مبارک کی  
 یہ عظمت کہ شبِ معراج رُوح الامین جبریل علیہ السلام اپنے نورانی ہونٹوں سے انھیں  
 بوسہ دیں ۛ

تاجِ رُوحِ اقدس کھموتی جسے سجدہ کریں رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر اڑھیاں  
 الغرض معجزاتِ رسول کے بیان و اظہار کے لیے دفترِ درکار ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور کی  
 ذاتِ اقدس سر تا پا معجزہ تھی۔ اسی لیے قرآن نے حضور کو برہانِ دلیل کہا کہ آپ کی ذات  
 اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے ۛ

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا  
 کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

آیتِ بالا میں نوراً سے قرآن مجید مراد ہے جو حضور  
 کا سب سے اعظم و اکمل اور زندہ معجزہ ہے۔ ابدی

دائمی معجزہ ہے اس کی معجزہ نمانی ہر آن اور ہر لمحہ موجود و مشہود ہے۔ پھر اس خصوص میں حضور  
 کی شانِ رفیع کی کیفیت یہ ہے۔

سابقین کے معجزے ظاہر ہوئے پھر باقی نہ رہے مگر حضور کی شان یہ ہے کہ آپ کا  
 معجزہ قرآنِ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ پھر یہ بھی حضور کی خصوصیت ہے کہ کسی نبی کے



معجزہ کی اللہ تعالیٰ نے تحدی نہیں فرمائی۔ صرف قرآن ہی حضور کا یہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کے انسانوں کو چیلنج فرمایا کہ فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ اس جیسی تم ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔ تو قرآن جو حضور کا معجزہ ہے اس کی مثل بھی کوئی نہیں ہے۔ ایسے ہی صاحب قرآن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بھی ناممکن ہے۔

ترا سب ناز ہے عرشِ بریں ترا محرم راز ہے رُوحِ امیں  
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضور علیہ السلام نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا۔

أَيْكُومِثْلِي — لَسْتُ  
تَمِّمِمْ كُونِ مِيرِي مِثْلِي هِي۔  
كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ (بخاری) | مِمْ تَحَارِي طَرِحِ نِمْ هِي

بے مثل حق کے منظر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو  
نہیں تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی ترا ہم پایہ پایا

قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنے مقدس رسول سے گفتگو کا نام ہے | حضور سرورِ انبیاء  
مُصْطَفَا حَبِيبِ كَبْرِيَا مُحَمَّد

علیہ السلام کا بارگاہِ الہی میں محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ قرآن میری اس گفتگو کا نام ہے جو میں نے اپنے مقدس رسول سے فرمائی

﴿۸۵﴾ إِنَّا لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ  
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ  
بے شک یہ قرآن ایک کرم والے  
رسول سے باتیں ہیں۔ وہ کسی شاعر  
کی بات نہیں۔ (الحافظ ۲۰، ۲۱)

اس آیت میں حضور کو کریم کی صفت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ بھی کریم ہے اور  
اس کے بنانے سے اس کے رسول بھی کریم ہیں۔



حق تعالیٰ بھی کریم اور محمد بھی کریم دو کریموں میں گنہگار کی بن آئی ہے  
اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول کی گفتگو اتنی پسند ہے کہ اپنی توحید کا اعلان  
بھی حضور کی زبان مبارک سے کرایا۔

(۸۶) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ | اے مجرب تم فرماؤ، اللہ ایک ہے۔

بات تو صرف هو اللہ احد ( اللہ ایک ہے ) کے جملہ سے بھی پوری ہو جاتی  
تھی۔ مگر مرضی الہی یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ تم پڑھو اور تم پڑھو اللہ ہم  
پڑھو اٹھیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ مسلمان وہی ہے جو حضور کے فرمانے سے اللہ تعالیٰ  
کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لائے۔

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

حضور کو ادب و احترام سے یاد کرنا فرض ہے | (۸۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَقُولُوا

مَا آعَنَّا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِكُفْرٍ يَنْ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
(البقرة، ۱۰۴) ترجمہ :- اے ایمان والو! رعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر  
نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے تعلیم و تلقین فرماتے تو کبھی کبھی  
صحابہ عرض کرتے مَا آعَنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ جس کے معنی یہ تھے کہ یا رسول اللہ ہمارے  
حال کی رعایت فرمائیے یعنی آپ کی گفتگو کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں  
کی لغت میں یہ لفظ آعنا سوہ ادب کے معنی رکھتا تھا۔ انھوں نے اسی نیت سے  
واعنا کہنا شروع کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ رعنا کے کلمہ کی جگہ  
انظُرْنَا کہا کرو۔ معلوم ہوا کہ حضور کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب سے  
گفتگو کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو اسے زبان پر لانا ممنوع و



و حرام ہے ۔

سب کچھ ہے شانِ اہم محمد کا اعتراف کرتی ہیں ساری عظمتیں اس نام کا طواف

حضور کو عام لوگوں کی طرح پکارنا حرام ہے | (۸۸) لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ  
بَعْضِكُمْ بَعْضًا تَرْجُمَةً ۖ - رسولِ کریم کو ایسے نہ مخاطب کرو جیسے تم ایک دوسرے  
کو پکارتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں لوگ  
حضور کو یا محمد یا ابوالقاسم کے الفاظ سے پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی  
تعظیم و توقیر کے لیے اس طرح پکارنے سے منع فرمایا۔ تب سے صحابہ کرام حضور کو یا رسول اللہ  
یا نبی اللہ سے خطاب کرنے لگے۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ حضور نام لے کر ندا  
کرنی یا حضور کا تحریر و تقریر میں عام انسانوں کی طرح ذکر کرنا، ممنوع و حرام ہے حضور کو  
جب پکارا جائے یا حضور کا ذکر کیا جائے تو عظمت و احترام کے ساتھ معزز القابات  
سے آپ کا ذکر کرنا لازم و واجب ہے ۔

ادب کا ہیست زیر آسمان از عرش نازل تر نفسِ گم کردہ می آید جنید بازید اینجا  
یا آدم است با پدر انبیاء خطاب یا ایھا النبی خطاب محمد است

قرآن مجید میں تمام انبیاء کرام کو ان کا نام لے کر پکارا ہے۔ یا ادھر۔ یا داؤد

یا نضر کریا۔ یا ابراہیم۔ یا یحییٰ۔ یا موسیٰ۔ یا عیسیٰ۔ ان

انبیاء کرام کی امتوں نے بھی اپنے نبیوں کو ان کا نام لے کر ہی پکارا۔ اور قرآن نے  
ان کے مخاطبے کو ویسے ہی ذکر کیا ہے جیسے انھوں نے اپنے نبیوں کا نام لے کر مخاطب

کیا تھا۔ لیکن اس خصوص میں حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العالمین  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعزاز یہ ہے اور بارگاہ الہی میں حضور کا درجہ و مقام یہ ہے کہ آپ کو



رب العلمین جل مجدہ نے آپ کا نام لے کر نہیں بلکہ معزز اور محترم القاب سے یاد فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تمام انبیاء کرام کا نام لے کر پکارنا اور حضور کو اوصافِ جلیلہ و القاباتِ جلیلہ سے خطاب فرمانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قرب و منزلت اور جوعزت و وجاہت، بارگاہِ الہی میں حضور کو حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں ہے حضور علیہ السلام کو خطاب کا انداز و لتوازعجیب شان کا ہے۔ رب العلمین جل مجدہ بکمال لطف و کرم حضور کو یوں مخاطب بناتا ہے۔

﴿۸۹﴾ ظَرَّهُ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ  
الْقُرْآنَ لِتَشْقَى  
(ظہ - ۲)

ظہ اے پاکیزہ ہمارا ہم نے آپ پر قرآن  
اس لیے نہیں نازل کیا کہ آپ شقت  
میں پڑیں۔

حضور تمام شب عبادتِ الہی میں گزار دیتے حتیٰ کہ قدم مبارک پر درم آگیا۔ اس پر آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے حضور لوگوں کے کفر اور حق قبول نہ کرنے کی وجہ سے رنج و دلال میں مبتلا ہو جاتے۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے محبوب! آپ تو اپنا فرض بخیر و خوبی ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو آپ کو رنج کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سورہ آل عمران میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

﴿۹۰﴾ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ  
قُمْ

اے جھڑٹ مارنے والے کھڑا ہو  
لوگوں کو ڈر سنا۔

حضور غار کے مجاہدہ سے واپس ہوئے۔ جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ مجھے بالاپوش اور ہاؤ۔ انھوں نے اور ہاؤ دیا۔ حضور بالاپوش اور ہاؤ چکے تو آپ کو اسی حالت میں ندا آئی۔ یا ایہا المدثر

﴿۹۱﴾ يَا أَيُّهَا الْمُنْمِلُ

اے کپڑا اٹھنے والے رات



قَسْمِ الدَّلِيلِ

| میں قیام فرما۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چادر لپیٹے ہوئے آرام فرماتے۔ اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی **يَا أَيُّهَا الْمُرْتَضَى** — سبحان اللہ یہ ندا میں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب رسول کی ہر ادا پیاری ہے ۵  
ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جہل کہا  
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا تیرے خالق حسن دادا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے حضور کی جان کی قسم یاد فرمائی | (۹۲) لَا أُقْسِمُ بِهَذَا

بِهَذَا الْبَلَدِ ترجمہ :- مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (بلد ۱-۲)

ہے کلام الہی میں شمس الضحیٰ ترے چہرہ نورانہ کی قسم  
قسم شب تار میں رازیہ تھا کہ حبیب کی زلفِ دو تا کی قسم  
شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی قسم یاد فرمائی۔ مگر اس کی وجہ  
بھی بیان فرمادی کہ مکہ کی قسم اس بنا پر کھائی جا رہی ہے کہ اے رسول محترم آپ اس شہر  
مکہ میں رونق افروز ہیں — معلوم ہوا کہ مکہ کو جو عظمت و عزت حاصل ہے وہ حضور  
ہی کی بدولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کے زمانہ، حتیٰ کہ حضور کے قول کی بھی قسم یاد  
فرمائی ہے۔

(۹۳) وَالْعَصْرَانَ الْإِنْسَانَ | اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی  
لَفِي خُسْرٍ (عصر ۱-۲) | ضرور نقصان میں ہے۔

اگرچہ عصر کے متعلق مفسرین کے متعدد قول ہیں مگر سب سے راجح تفسیر یہ ہے  
کہ عصر سے حضور عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مراد ہے جو یقیناً سب سے زیادہ فضیلت



دبرکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ شرف و بزرگی والا ہے۔

وہ خدا نے بے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا

کہ کلام مجید کھائی شہا! تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

(۹۴) وَقِيلَ لِيَرْبِّ انِّ هُوَ لَا يَعْ  
مَجھے رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے  
میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کی قسم یاد فرمائی۔ جو حضور کی دعا و التجا کے احترام کے اظہار کے لیے ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی جان کی قسم بھی یاد فرمائی ہے۔

(۹۵) لَعَمْرُكَ انَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ  
اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک  
یعمہون - (حجر) وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ مخلوق الہی میں کوئی جان بارگاہ الہی میں آپ کی جان پاک کی طرح عزت و حرمت نہیں رکھتی۔ حضور کی جان کی، حضور کے شہر کی۔ حضور کے زمانہ کی قسم یاد فرمانا۔ حضور کی شانِ محبوبیت کا اظہار ہے۔ اور یہ خصوصیت بھی حضور ہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی نبی کی قسم یاد نہ فرمائی۔ اسی طرح آپ کی جان کے سوا کسی کی عمر و حیات کی قسم بھی یاد نہیں فرمائی۔

کھائی قرآن نے خاکِ گذر کی قسم اس کفِ پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

(۹۶) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا  
عصمتِ نبوتِ اجماعی مسئلہ ہے  
مُبِينًا لِيُغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ

مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (فتح ۱ - ۳) ترجمہ:- بیشک ہم نے اے  
محبوب تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گمن  
بخشے۔ تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔



آیتِ بالا میں ذنب کا لفظ ہے جس کے معنی کچھ افراد نے لغزش کے لیے ہیں اور کسی ایک نے گناہ کے جو کہ قبل از اظہارِ نبوت ہوں۔ وہ لوگ جو مقامِ نبوت کی عظمت سے بے خبر ہیں۔ مذکورہ بالا معنوں پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ مگر عقل و نقل اور کتاب و سنت کی روشنی میں ذنب کے معنی لغزش یا معاذ اللہ گناہ کے کرنا (خواہ اظہارِ نبوت سے قبل ہی مانے جائیں غلط ہیں)۔ امام سبکی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ بالا معنوں کو مراد لینے پر تنقید کی ہے اور فرمایا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبل از اظہارِ نبوت بھی لغزشوں سے آلودہ نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ معمولی لغزش کے صدور کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا اور یہ بات ہے بھی بالکل واضح کہ جس ہستی مقدس کو اللہ رب العزت جل مجدہ نے پیدا ہی کیا نبوت کے لیے کیا ہو اور جس کی ذاتِ مطہر کو ہدایت کا آفتاب اور موعدت کا مناب بنا کر مبعوث فرمایا ہو اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمادیا ہو کہ یہ رسول تودہ ہیں اور ان کی شان تو یہ ہے کہ مخلوقاتِ الہی کو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ

<p>ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتے ہیں۔</p>	<p>① یَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ ② وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ (مائدہ، ۱۶)</p>
---	--

بجلا ایسے صاحبِ حکمت، ہادیِ کامل، مرشدِ کائنات رسول کے لیے عقل یہ مان سکتی ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہوں گے؟

علاوہ ازیں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مسلم ہے۔ انبیاء کرام سے کبھی گناہ نہیں ہوتا اور اس خصوص میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال میں، قبل اظہارِ نبوت و بعد از اظہارِ نبوت ہر قسم کی بُرائیوں، گناہوں حتیٰ کہ معمولی لغزشوں سے پاک و صاف



ہونا بالکل واضح اور بے غبار بات ہے۔

حضور رسائی کائنات کے لیے نذیر و بشیر ہیں | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کے انسانوں کے

لیے نذیر و بشیر بنا کر مبعوث ہوئے۔ ان کی نبوت عام ہے رسالت غیر محدود ہے۔ بشرت لعتہ سب کے لیے ہے

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈرناٹا بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرناٹے والا ہو۔

﴿۹۹﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

(البارئ: ۲۸)

﴿۱۰۰﴾ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان: ۱)

حضور تو طیب و طاہر رحمۃ اللین، شفیع المذنبین، رؤوف اور رحیم رسول ہیں۔

﴿۱۰۱﴾ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ | مسلمانوں پر مہربان اور رحیم ہیں یہ دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی سے ہیں مگر یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کے لیے نہایت شرف، بزرگی، عزت اور غایت تکریم و حرمت و عظمت کی موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بکمال لطف و کرم حضور کا نام بھی رؤوف اور رحیم تجویز فرمایا جو خود اس کی ذات سبحانی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

حضور کی ذات اقدس کے متعلق تو قرآن نے تصریح کی ہے۔

سورہ جمعہ میں فرمایا

(یہ رسول) انھیں سٹھرا کرتا ہے اور انھیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے

﴿۱۰۲﴾ وَيُنزِّلُ إِلَيْهِمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (جمعہ)



تزکیہ کا مطلب ہے جسم و روح کو پاک و صاف کرنا — حضور نے جہاں جسم کی صفائی  
سھرائی کی تعلیم دی۔ وہاں لوگوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے بھر دیا۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی شان تو ہے

حضورِ اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے والے ہیں

اور انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف جاتا  
ہے اگلے حکم سے اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

(مائدہ ۱۶)

۱۳) وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ

إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

واضح ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چراغِ ہدایت اور مہتابِ نبوت ہیں۔ لوگوں  
کو اندھیاروں سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔ آپ کے ذریعہ تاریکی کفر و درہوتی ہے اور  
راہِ حق واضح۔

حضور تو وہ ہیں جو صاحبِ مقامِ محمود، صاحبِ شفاعتِ کبریٰ اور داعی الی اللہ  
خدا کی طرف بلانے والے ہیں۔ داعی الی اللہ کے ساتھ قرآن میں (بازنہ) کا لفظ موجود ہے  
یعنی حضور اللہ تعالیٰ کے راستے پر اللہ ہی کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے نور قرار دیا ہے اور ان کی ذات کو ساری کائنات کے لیے  
سراجِ منیر و روشنی کا مینار بنایا ہے اور آپ کو ہدایت و معرفت کا پیکرِ حسن بنا کر  
بعوث فرمایا ہے۔

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت

۱۰۴) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ

اور سچے دین کے ساتھ بھیجا

بِالْهُدَىٰ الْخَيْرِ (توبہ ۳۳۰)

وہ ہستی پاک جس کی بعثت کے لیے شیخ الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ

بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا فرمائی — اے ہمارے رب ان میں ایک

رسول بھیج انہیں میں سے کہ ان پر تیری

۱۰۵) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا



آیتیں تلاوت فرماتے انھیں تیری کتاب  
اور حکمت سکھائے اور انھیں خوب  
سُکھرا فرمادے۔

مَنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ  
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
وَيُزَكِّيهِمْ (البقرة ۱۲۹)

ہوتے پہلوتے آمنے سے ہویدا دعا خلیل اور نوید مسیحا

ایسے پاک، مطہر، طیب و طاہر، صاحبِ حکمت، صاحبِ ہدایت مقدس  
رسول کے لیے عقل ایک لمحہ کے لیے بھی یہ گوارا کر سکتی ہے کہ زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی  
اس ہستی مقدس سے اللہ تعالیٰ کی مرضی و حکم کے خلاف کوئی فعل ظہور میں آیا ہو؟

۲- اسی لیے، امام سبکی اور شیخ عبدالحق دہلوی علیہما الرحمۃ نے فرمایا کہ آیت بالا حضور  
سے کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی نہیں اطلاع دیتی بلکہ مطلبِ آیت یہ ہے کہ  
حضور کی تعظیم و توقیر کے لیے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر حضور سے کسی لغزش کا امکان تصور  
بھی کر لیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی یعنی آیت میں مطلقاً حضور سے لغزش کی نفی  
کی گئی ہے۔

۳- علامہ قاضی عیاض الرحمۃ نے فرمایا کہ مطلبِ آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
ہر عیب و نقص سے حضور علیہ السلام کو (بیغفر) پاک اور بری پیدا فرمایا ہے۔

۴- تفسیر خازن میں حضرت عطاء فراسانی علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے کہ آیت  
میں ذنب ما تقدم سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذنب اور ذنب ما تاخر سے امت کا ذنب  
مراد ہے۔

۵- حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مطلبِ آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
حضور علیہ السلام کی شفاعت سے امت کے گناہ معاف فرمادے گا۔

ما تاخر ای من ذنوب امتك ادخلهم الجنة بشفاعتك  
احکام القرآن لامام الشافعی ج ۱ ص ۳۸۰



جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

۶۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے آیتِ بالا کا مطلب وہ لیا ہے جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حضور کے ذنب لغزش وغیرہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب رسول ہم نے آپ کو واضح و روشن فتح عطا کی اور وہ یہ کہ آپ کے صدقہ اور آپ کی بدولت آپ کی امت کے انگوں کے اور پھپھلوں کے گناہ بخشے۔ (خازن د روح البیان) چنانچہ آیتِ بالا میں پانچ باتوں کا ذکر ہے۔

اول فتحِ مبین کی بشارت اور اس کا وقوع، دوم حضور کے صدقہ امت کے مقدمہ مؤخر ذنوب کی بخشش، سوم۔ ویتیم نعمتہ نعمتوں کا اتمام، چہارم۔ وپہدیک صراطا مستقیما صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت، پنجم۔ وَیَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا۔ اللہ کی مدد و نصرت کی یادری اور معیت ہے

دستیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو  
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائینگے

۷۔ آیتِ بالا کی ایک مزید تفسیر یہ بھی ہو سکتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

الف۔ اس آیت میں فَتُحَاہِبِينَا سے صلح حدیبیہ مراد لیا جاتے۔ چنانچہ بخاری میں براہین عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گروہ صحابہ حدیبیہ کے دن بیعتِ رضوانہ کو یوم الفتح قرار دیتے ہیں۔ جو بظاہر ایک ایسی صلح تھی۔ جس کی شرائط مسلمانوں کے لیے دل ہونی نقصان دہ نظر آتی تھیں۔

ب۔ ذنب، جس کے معنی دم کے ہیں۔ اشفاقِ اوسط کے ضابطہ کے مطابق ذنب کے معنی الزام کے ہوتے جو کسی کے پیچھے لگا دیا گیا ہو۔ ذنوب۔ اس ڈول کو کہتے جو رسی کے سرے پر بندھا ہو۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل



﴿۱۰۶﴾ وَلَهُمْ عَلَىٰ ذُنُوبٍ فَأَخَافُ  
 أَن يُقْتُلُونِ (شعراء رکوع ۲)

انہوں نے مجھ پر ایک الزام رکھا ہے | مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے  
 ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ شرعی نہیں کیا تھا۔ لہذا اس آیت میں ذنب کا معنی الزام بھی صحیح ہے۔ گناہ کا شرعاً معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے۔ تو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ اور الزام میں گناہ کا وقوع و صدور نہیں ہوتا۔ بلکہ الزام میں صرف نسبت جرم ہوتی ہے محض الزام لگانے سے جب تک اس کو ثابت نہ کر دیا جائے کوئی ملزم نہیں قرار پاتا۔

ج۔ لِيَغْفِرَ لَكَ۔ غفر کے معنی مٹانے کے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کفار و منافقین نے جو الزامات لگائے انکی کیفیت یہ تھی۔  
 قبل ہجرت حضور پر کفار یہ الزام لگاتے تھے۔ یہ معاذ اللہ کاہن، ساحر، شاعر، مجنون وغیرہ ہیں۔

بعد ہجرت انہوں نے یہ الزام لگائے کہ معاذ اللہ آپ مکہ کو اُجاڑنے والے، بھائی کو بھائی سے لڑانے والے، قوم میں پھوٹ ڈالنے والے خون کے رشتوں کو جدا کرینوالے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں غفر کے معنی مٹانے کے، ذنب کے معنی الزام کے اور ما تقدم سے مراد زمانہ قبل ہجرت اور ما تأخر سے بعد از ہجرت کا زمانہ مراد ہے اور فتحاً مینا سے صلح حدیبیہ ہے۔ مسلم و ترمذی و بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انا فتحناک کا نزول صلح حدیبیہ کے انجام پر ہوا تھا۔

اس تقریر کی روشنی میں آیت بالا سے حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین یہ الصلوٰۃ والتسليم کی عظمت شان کا اظہار ہوتا ہے۔ مطلب آیت یہ ہے۔

اے محبوب محترم ہم نے صلح حدیبیہ کے ذریعہ آپ کو فتح روشن عطا فرمائی اور قبل



ہجرت اور بعد ہجرت کفار آپ پر جو الزام لگاتے تھے ہم نے انھیں مٹا دیا۔  
 تاریخ شاہد ہے کہ صلح حدیبیہ، جو بظاہر مسلمانوں کے لیے دلی ہونے شرائط پر مشتمل  
 نظر آرہی تھی۔ اپنے نتائج کے اعتبار سے فتح مبین ثابت ہوتی۔ حضور علیہ السلام نے  
 بھی اسے فتح مبارک قرار دیا اور قرآن مجید نے بھی صلح حدیبیہ کو فتح مبین فرمایا۔ ۶ھ میں  
 آیت بالا نازل ہوئی جس میں اتمام نعمت کا وعدہ ہے اور آیت الیوم اکملت لکم  
 دینکم جس میں اتمام نعمت کے ایفا و وقوع کا اعلان ہے۔ ۹ ذوالحجہ ۶ھ کو  
 نازل ہوئی۔

اسی طرح آیت بالا میں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کا ظہور یوں ہوا کہ جس شاہراہ  
 ہدایت پر حضور سالکانِ راہ کو چلانا چاہتے تھے۔ اس راہ کی تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں۔  
 بشارتِ چہارم يَنْصُرُكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا کا جلوہ یوں نظر آیا کہ نصرتِ الہی متوجہ  
 نمائش ہوئی۔ لوگ صداقت کے طالب بن گئے حتیٰ کہ

⑩ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ | تم لوگوں کو دیکھو اللہ کے دین میں فوج  
 اللَّهُ أَفْوَاجًا | فوج داخل ہو رہے ہیں۔

کا نظارہ ہر چشمِ ظاہر میں کو بھی نظر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حضور پر خصوصی مدد و نصرت کا ذکر  
 قرآن نے یوں فرمایا۔ اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک

⑪ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ | اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں  
 اللَّهُ إِذَا خَرَاخَرَجَهُ الَّذِينَ | کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے  
 كَفَرُوا ثَانِي الثَّنِينَ إِذْ هُمْ | جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں  
 فِي الْعَنَابِ | غار میں تھے (توبہ، ۴۰)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر المومنین صدیق اکبر غار کے  
 اندر ہیں۔ کفار غار کے اتنے قریب آ گئے ہیں کہ اگر ذرا جھک کر دیکھ لیں تو غار کی اندر



حالت دیکھ سکیں مگر نصرتِ ربّانی و تائیدِ ایزدی کام کر رہی ہے۔ کفار آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر ایک ایمان افزہ نکتہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ کفار برسراِ غار پہنچ کر بھی حضور کو نہ دیکھ سکے کیوں؟ ایسے کہہ جان ہیں جان کیا نظر آئے کیوں عدو گردِ عنقا پھرتے ہیں وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن لے بہا پھرتے ہیں رفیقِ قبر و حشر و جنت امام اول سیدنا صدیق اکبر عرض کرتے ہیں۔ حضور دشمن قریب آگئے۔

(۱۰۹) اذِ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا | (حضور) اپنے یارِ غار (صدیق) سے فرماتے  
تَحْزَنُ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ، ۴۰) | تجھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے

الغرض آیت بالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شانِ رفیع کی آئینہ دار ہے۔

کیا میرا علم و عقل صفت آپ کی کروں  
تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

**مِعْرَاجُ** = عید و رسولہ کے تہ و مقام کا روح پرور منظر

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیال | اپنا جانا اور، ان کا بلانا اور ہے  
(۱۱۰) سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى | پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو  
بِعَبْدِهِ (بنی اسرائیل، ۱) | لے گیا۔

لے جانے والا رب العالمین اور لے جاتے جانے والے رحمۃ اللعالمین حضور

بارگاہِ الہی میں کس ادب و احترام سے باریاب ہوتے

بڑھے تو لیکن جھکتے ڈرتے ادب سے رکتے حیا سے جھکتے

آیت بالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادہ کے شرف سے نوازا گیا ہے۔



شاعر مشرق علامہ اقبال نے عبیدہ کی تفسیر یوں کی ہے۔

عبد اور ہے اور عبیدہ کا مقام اور ہے، عبد کسی کا منتظر ہے اور عبیدہ کا کوئی انتظار کرنا ہے۔	عبد دیگر عبیدہ، چیزے دگر ایں سراپا انتظار اور منتظر
--	--

لیکن رضائے ختم سخن اس پر کر دیا خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے  
اور سورہ نجم میں حضور کی معراج سے واپسی کا ذکر ہے مگر بڑے پُر عظمت انداز سے  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿۱۱۱﴾ وَالذَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ | اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم،  
جب وہ معراج سے اترے

اگرچہ نجم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ مگر سب سے خوبصورت تفسیر  
یہ ہے کہ نجم سے حضور کی ذاتِ ستودہ صفات مراد ہے۔ (خازن) — پھر حضور  
مقامِ دنی فتلیٰ میں باریاب ہوئے تو بارگاہِ الہی سے ندا آئی۔  
بڑھ لے محمدؐ قریب ہو احمد قریب آسورِ محبت  
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

﴿۱۱۲﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا  
حَضُرَ مَعْصُومٌ نَبِيٌّ أَيْسَرُ | غَوَىٰ (النجم، ۲) تمہارے صاحب نہ بہکے  
نہ بے راہ چلے۔

صاحب سے حضور کی ذات مراد ہے۔ مطلب آیت یہ ہے۔ آپ ہمیشہ حق و  
ہدایت کی اعلیٰ منزل پر رہے۔ صراطِ مستقیم سے کبھی عدول نہ کیا۔ آپ کے دامنِ عصمت  
پر کبھی اور کسی حال اور کسی وقت میں بھی، کسی امرِ مکروہ کی گرد نہ آئی۔ ہمیشہ حق فرمایا،  
اور حق پر ہی رہے۔ اعتقادِ فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچا۔



تبل انہما ربوت بھی حضور معصوم تھے اور انہما ربوت کے بعد بھی معصوم  
 (۱۱۳) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ  
 اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ  
 حضور کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا  
 وہ تو نہیں کہتے مگر وحی جو انہیں کی جاتی  
 ہے۔ بحکم ۳-۲

یہ آیت نمبر ۱۱۳ کی دلیل ہے کہ حضور کا بہکنا اور بے راہ چلنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ  
 تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ حضور اپنی خواہش کے تقاضوں سے متاثر ہو کر کچھ کہیں وہ  
 جو کچھ فرماتے ہیں وحی الہی ہوتی ہے یعنی زبان حضور کی اور آواز خدا کی۔ اسی آیت سے  
 حضور کے خلق عظیم اور مرتبہ کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ نفس کا سب سے اعلیٰ مرتبہ  
 یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش کو ترک کر دے (تفسیر کبیر) اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ  
 حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال میں فنا کے اس اعلیٰ مقام پر فائز  
 ہیں کہ اپنا کچھ باقی نہ رہا۔ انوار و تجلیات الہی کا آپ کی ذات پر ایسا کامل و مکمل غلبہ ہوا  
 کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وحی الہی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ۷

کس زبیر عبده آگاہ نیست  
 عبده جز بتر الا اللہ نیست

حضور کا نطق (بولنا) وحی الہی ہے  
 آیت بالا کا جملہ ان ہوا الا وحی  
 یوحی میں ہو کی ضمیر نطق رسول کی طرف

لوٹتی ہے۔ جس کا ذکر ما ینطق میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں  
 ہے کہ نطق رسول کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو  
 وحی الہی قرار دیا گیا ہے جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح  
 ہوتی ہے کہ حضور کا نطق (بولنا) خالص وحی ہے اور اس میں حضور کی خواہش کو قطعاً دخل  
 نہیں ہوتا۔

قرآن نے یہ تصریح اس لیے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ رسول کی ہر بات وحی



ہے۔ کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا مطلق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لیے قرآن نے واضح کر دیا کہ حضور کا ہر قول و عمل وحی الہی ہے۔ اسی آیت سے حضور علیہ السلام کی بشریت کی عظمت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ایک وہ بشر جس پر اللہ کی وحی آتی ہے۔ جس کا بولنا، وحی الہی قرار پاتا ہے اور ایک وہ بشر جو اس شرف سے محروم ہے دونوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔

بشر ضرور ہیں پر داخل انام نہیں

شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

﴿۱۱۴﴾ عِلْمُهُ شَدِيدُ الْقُوَى | سخت قوتوں والے طاقت ور نے  
(حضور) کو سکھایا۔ (نجم، ۵)

حضرت حسن بصری تابعی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ شدید القوی سے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس مراد ہے۔ معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بے واسطہ تعلیم دی۔ اب جسے رب العلمین جو کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ تعلیم دے اس کے علم و فضل کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

ایسا اتنی کس لیے منت کش استاذ ہو  
کیا کفایت اس کو اقرار بہت کرم نہیں

﴿۱۱۵﴾ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ  
الْأَعْلَىٰ - ترجمہ :- پھر اللہ نے قصد

فرمایا اور وہ آسمان بریں کے بلند کنارہ پر تھا۔ (نجم، ۷)

مفسر شہیر امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج آسمان بریں کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلی الہی متوجہ نمائش ہوئی۔ ماہ عرب کے جلوے جو اونچے نکل گئے خورشید ماہتاب مقابل سے ٹل گئے



صاحب تفسیر رُوح البیان نے فرمایا کہ فاستویٰ کے معنی یہ ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے افقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔ حضرت جبریل امین سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے۔ آگے نہ بڑھ سکے۔ بارگاہِ نبوت میں عرض کی۔ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو جلالِ الہی اور تجلیاتِ ربانی مجھے جلا ڈالیں۔ پھر حضور آگے بڑھے حتیٰ کہ عرش سے بھی گذر گئے۔

تھکے تھے رُوحِ الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کھال وہ پہلو  
رکاب چھوٹی، امید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے دلوں تھے

حَرِيمٌ حَقِيٌّ فِي حَضْرَةِ رَسَالِي | (۱۱۶) شُعْرَدْنَا فَتَدَلِّي فَكَانَ  
قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ (النجم، ۹)

ترجمہ :- پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

معنی آیت یہ ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کے ساتھ اپنے محبوب رسول کے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ (رُوح البیان) ۷

ادب سے شرم سے اخلاص سے حیا سے ملے

حضور خلوتِ قوسین میں خدا سے ملے

(۱۱۷) فَأَوْحَىٰ اِلَىٰ عَبْدِهِ مَكَا | اب وحي فرمائی اپنے بندے کو جو وحی  
اَوْحَىٰ (نجم، ۱۰) | فرمائی۔

شبِ معراج جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الہی میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی۔ حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں۔ یہ وحی بے واسطہ تھی



اللہ تعالیٰ اور اس کے جلیب کے درمیان کوئی نہ تھا۔ اسی لیے فرمایا مَا اَوْحَىٰ وِی فرمائی۔ راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ اسرار و رموز سے آگاہی فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پوشیدہ رکھا۔ اس وحی کا تعلق احکام و شرائع سے نہ تھا۔ اس لیے یہ وحی قرآن میں نہیں ہے۔ یہ تو صرف سینۃ مصطفیٰ علیہ السلام میں ہے۔ (جمل و روح البیان

میان طالب و مطلوب رمزیت | کراما کا تبیں راہم خبر نیست

۱۱۸) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ | دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا (انجم ۱۱۸)

اس آیت میں حضور علیہ السلام کے قلب منور کی عظمت کا بیان ہے کہ شب معراج آپ کی مقدس آنکھوں نے جو انوار و برکات الہی دیکھے حتیٰ کہ رب العالمین جل مجدہ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھوں نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔ یعنی آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس دیکھنے میں شک، تردد اور وہم نے راہ نہ پائی۔ صحابی رسول حضرت عکرمہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔ شب معراج حضور نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضور سید المرسلین علیہ السلام کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشا۔

نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نساں مگر

جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَيْتُ رَبِّي بِعَيْنِي | میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور



وَقَلْبِي (بخاری و مسلم) | اپنے دل سے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس غیب الغیب ہے جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب الغیب کا مشاہدہ فرمایا تو غیب کی کوئی بات آپ سے کیونکر چھپی رہ سکتی ہے۔

بھلا عالم سی شے مخفی رہے اس چشمِ حق میں سے

کہ جس نے خالقِ عالم کو بے شک بالیقین دیکھا

حق یہ ہے ذاتِ الہی کے مشاہدہ حقیقی کے بعد نگاہِ مصطفیٰ علیہ السلام سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی ہے

جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں درود

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی

اور کوئی غیب بھلا کیا ہو تم سے نہاں

(۱۱۹) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا

طَغَى (انجم، ۱۶)

اس آیت میں حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھوں کی خصوصیت کا بیان ہے کہ

شبِ معراج حضور علیہ السلام اس مقام پر پہنچے۔ جہاں سب کی عقلیں حیرت زدہ ہیں

جس نورِ حق کا دیدار مقصود تھا۔ اس سے بہرہ اندوز ہوئے۔ داہنے بائیں کسی طرف

ملفت نہ ہوئے نہ مقصود حقیقی کی دید سے آنکھ پھیری اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

کی طرح بے ہوش ہوئے۔

تو عین ذاتِ می نگر می در تبسمی

بیشک آپ نے اپنے رب کی بہت

بڑی نشانیاں دیکھیں

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات

(۱۲۰) لَقَدْ مَرَّآي مِنْ آيَاتِ رَبِّي

الْكُزْبَى - (انجم، آیت)

اس آیت میں حضور کی مقدس آنکھوں کے مرتبہ و مقام کی کیفیت یہ بتائی

گئی ہے کہ شبِ معراج۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیاں، ملک و ملکوت کے

عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ کا آپ کو علم حاصل ہو گیا۔ (تفسیر



روح البیان، علامہ اقبال کہتے ہیں :-

اے فروغت صبح اعصار و دہور چشم تو بیندہ مافی الصدر

حضور کے فضائل و کمالات کا بیان ناممکن ہے | (۱۲۱) قُلْ لَوْ كَانَ  
الْبَحْرُ مِدادًا

لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي (کہف ۱۰۹)  
ترجمہ :- تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم  
ہو جاتے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

بعض مفسرین کرام نے کلمت سے اللہ تعالیٰ کی معلومات، اس کی قدرت و  
حکمت اور اس کی صفات مراد لی ہیں۔ یہ تفسیر بھی جلی حق ہے۔ بیشک اللہ کے علم و  
قدرت، فضل و کمال کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
قدس سرہ العزیز نے کلمت سے حضور سرور عالم نو مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے کلمت کی جو تفسیر فرمائی ہے اس کی  
تائید ان آیات قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے۔ متاع دنیا، جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان  
کو اللہ تعالیٰ نے قلیل فرمایا ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ اور اپنے محبوب رسول  
حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق مبارک کو عظیم قرار دیا (إِنَّكَ لَعَلَى  
خُلُقٍ عَظِيمٍ)۔ نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے خوب پر جو فضل فرمایا ہے اسے  
بھی عظیم سے تعبیر کیا۔ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا تیرے خلق حُسن و ادا کی قسم

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے خَلَقْنَا آدَمَ مِنْ رَسَبٍ

کلمت - کلمت سے حضور کی ذات اقدس کو مراد لیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)



فضائل و کمالات اور آپ کے علوم مراد لیے ہیں (مدارج النبوة ج ۱ ص ۳)  
- اب آیت کے معنی یہ ہوتے کہ اگر دنیا بھر کے

نعت خواں، نعت گو، واعظین، علماء و فضلاء، خطباء و مفکرین، دانشور اور کاتب  
حضرت سمندروں کے پانی کی روشنائی بنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے  
صفات و کمالات لکھنا چاہیں تو یہ روشنائی ختم ہو جاتے۔ قلم رک جائیں، زبان عاجز  
اور عقل و فکر کی جولانی سرور پڑ جائے۔ مگر حضور کے اوصاف جمیلہ بیان نہ ہو سکیں۔

وصف کس منہ سے بیاں ہو اس سر اپنا ناز کا

زنگ جلوے میں نظر آتا ہے جلوہ ساز کا

فکر انسانی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کے بیان سے عاجز  
ہے۔ یہ محض جذباتی بات نہیں ہے بلکہ عقل و نقل سے واضح و ثابت ہے۔ کسی  
کی تعریف وہی کر سکتا ہے جو ممدوح کے متعلق پوری معلومات رکھتا ہو۔ اب اگر  
کوئی حضور سے زیادہ یا آپ کے برابر علم رکھتا ہو وہی آپ کی تعریف کر سکتا ہے۔  
اور یہ ظاہر ہے کہ حضور کے برابر یا حضور سے زیادہ مخلوقات میں کوئی عالم نہیں  
نبوت ایسا عظیم منصب ہے جس کی معرفت انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔  
اس لیے حضور کی تعریف اور آپ کا تعارف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ غیر نبی میں یہ  
قابلیت نہیں ہے کہ آپ کے فضل و کمال کو بیان کر سکے۔ غالب جوامرا، و سلاطین  
کا قصیدہ خواں اور بارگاہِ حسن و جمال میں شعر و شاعری کا امام مانا جاتا ہے جب حضور  
علیہ السلام کے حسن و جمال اور فضائل و کمال پر اشعار موزوں کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو  
بہت جلد مذکورہ بالا حقیقت کو پا کر عرض کرتا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گدا شتیم

کاں ذات پاک مرتبہ ان محمد است



## انبیاء سابقین کلمۃ الرب ہیں اور حضور علیہ السلام کلمات الرب ہیں

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلمہ قرار دیا ہے۔

(۱۲۲) إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ

مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

(النساء، ۱۶۱)

ظاہر ہے کہ انبیا سابقین کو عیحدہ عیحدہ ذرا ذرا جو کمال عطا ہوا وہ من جانب اللہ ہی ہے تو اس بنا پر ہر نبی کلمہ رب ہے اور حضور علیہ السلام جو تمام نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ کلمہ رب نہیں بلکہ کلمات رب ہیں۔ نوح علیہ السلام کلمۃ الرب، موسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ الرب اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمات الرب اور کلمات رب کے متعلق قرآن نے تصریح کی ہے۔

چونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، کوئی ظاہری سبب نہ تھا۔ اس لیے ان کی طرف کنز کی نسبت کی گئی اور اس بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور پر کلمۃ اللہ کہا گیا۔ — ورنہ ہر وہ چیز جو من جانب اللہ ہو کلمۃ اللہ ہے۔ قرآن، آسمانی کتابیں، معجزات اور تمام انبیاء کرام چونکہ من جانب اللہ ہیں اس لیے کلمۃ اللہ ہیں —

درخت، میں قلیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی، اس کے پیچھے سات سمندر اور اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ الْبَحْرِ  
مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ

(لقمن، ۲۷)

کہ کلمات رب کو لکھنے کے لیے سمندر کو روشنائی قرار دیا جائے تو سمندر کا پانی ختم ہو جائے اور کلمات رب رقم نہ ہو سکیں اور سورۃ لقمن میں فرمایا۔

(۱۲۳) وَكُوْنَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ

اور اگر زمین میں جس قدر



اللہ اکبر، سات سمندروں کی روشنائی بنالی جائے۔ پھر ایسے ہی اور سات سمندر ہوں ان سے بھی روشنائی کا کام لیا جائے۔ دنیا بھر کے درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور کلمات الرب لکھنے کی کوشش کی جائے تو سات در سات سمندروں کا پانی اور درختوں کی قلمیں ختم ہو جائیں مگر کلمات الرب رقم نہ ہو سکیں۔ سبحان اللہ حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کلمات الرب ہیں اور کلمات الرب کا بیان و اظہار ناممکن ہے۔ واضح ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا بیان اور آپ کے فضائل و کمالات کا اظہار ناممکن ہے۔ اسی لیے حضور نے اصدق الصادقین امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقہ | اے ابو بکر میری حقیقت کو سوار میرے  
سوار بی | رب کے کوئی نہیں جانتا

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری

حیران میرے شاہ میں کب کیا کہوں تجھے

**حضور جامع الصفات ہیں آپ کے کمالات کی کوئی حد نہیں**

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے سولہ انبیاء کرام کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حضرات ہیں

جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نعمت سے سرفزا فرمایا ہے۔

یہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت پائے ہوئے اور اللہ کے ہدایت یافتہ ہیں اور

ان کا معلم اور استاد اور ہدایت کنندہ اللہ رب العزت جل مجدہ ہے۔ اس کے

بعد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو آپ

انہیں کی راہ چلو۔

(۱۲۳) اُولَئِكَ الَّذِیْنَ

هَدَى اللّٰهُ فِیْہُمْ سُبُوْلًا

اِقْتَدَہ

(انعام ۸۴- تا ۹۰)



عیسے رُوح اللہ، آدم خلیفۃ اللہ، نوح نبی اللہ تھے۔ اسی طرح معجزات و کمالات میں بھی ہر نبی کسی ایک معجزہ اور کمال کے ساتھ مخصوص تھا جو دوسرے نبی میں نہ تھے تو کمالات و فضائل جس قدر تھے وہ انبیاء سابقین میں علیحدہ علیحدہ متفرق طور پر تھے۔ اب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ اِقْتَدِہ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو فضائل و کمالات انبیاء سابقین میں متفرق طور پر ہیں۔ اے مقدس رسول وہ سب تم میں ہونے چاہئیں۔ تم جامع کمالات انبیاء ہو۔ ہر فضیلت اور شرف کمال تمہاری ذات میں جمع کر دیئے گئے۔ علامہ قطب الدین رازی تفسیر کشف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ آیت میں اِقْتَدِہ مقصود صرف اخلاقِ فاضلہ اور صفات کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی موافقت کرنا مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ خوبی اور کمال جو دو گرا انبیاء میں متفرق طور پر پایا جاتا ہے حضور علیہ السلام ان سب کمالات کے جامع ہیں اس لیے سب سے افضل و اکمل ہیں (روح المعانی)

حضور علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ آپ ان انبیاء کرام کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام انبیاء سابقین علیہم السلام کی کس چیز کا اتباع کریں؟ عقائد کا۔ ان کے اعمال و افعال کا، ان کی شریعت کا؟ تو یہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں۔ تمام شریعتوں کے ناسخ ہیں۔ تمام شریعتیں منسوخ ہو چکیں۔ صرف حضور کی شریعت کو بقا ہے تو اگر انبیاء سابقین کی شریعت کا اتباع مراد ہو تو حضور ناسخ نہ رہیں گے اور اگر انبیاء سابقین کے اعمال و افعال کی اقتداء مراد ہو تو حضور مقلد قرار پائیں گے اور حضور کسی نبی کے مقلد نہیں، تو بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے ہر نبی ایک کمال اور ایک خوبی کے ساتھ متصف تھا۔ ایسی خوبی جو دوسرے نبی میں نہ ہوتی تھی۔ جیسے موسیٰ کلیم اللہ



حضور کی رسالت عام ہے سارے جہان کیلئے ہے | (۱۲۵) تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ

عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا — (فرقان، ۱) ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اتارا اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے

اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے اسے عالم کہتے ہیں۔ اس آیت میں حضور علیہ السلام کی برکت و رسالت کی عظمت کا بیان ہے کہ آپ عالمین کے لیے نذیر ہیں۔ لفظ عالمین میں جن، انسان، ملائکہ، حیوانات و نباتات سب ہی داخل ہیں اور حضور ان سب کے لیے رسول و نبی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔  
وَأَرْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً | میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا (مسلم)  
گیا ہوں۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ

”حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان یا فرشتے حیوانات و نباتات، نبی و رسول بنا کر مبعوث کئے ہیں۔“

شبِ زندگی کو سحر کر نیوالے خدو کو حریف گہر کر نیوالے

عرب تیرے فیضانِ رحمت کا طالب عجم تیری چشمِ کرم کا سوالی

مخلوقات الہی میں حضور کی نظیر محال ہے | (۱۲۶) وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (الضحیٰ، ۷)

ترجمہ: اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔

کچھ مترجمین نے ضال کے معنی گمراہی، بھٹکنا، راہ بھولا ہوا، گم کردہ راہ بے بہرہ کئے ہیں مگر یہ معنی عقل و نقل اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں درست نہیں،



ادل تو اس لیے کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔ اور معصوم گمراہ نہیں ہوتا۔ دوم اس لیے کہ قرآن نے واضح لفظوں میں حضور سے ضلال کی نفی کی ہے۔

(۱۲۶) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا  
غَوَىٰ (نجم) | تمہارے صاحب (حضور علیہ السلام) نہ  
گمراہ ہوئے نہ بے راہ چلے۔

قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد حضور کے لیے گمراہی و بے راہروی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ سوم اس لیے کہ حضور علیہ السلام اول المسلمین ہیں۔ حضور کی یہ خصوصیت قرآن مجید سے واضح ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

لہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ انہم معصومون من صغائر کلہا کعصمتہم من الکبائر  
اجمعہا۔ یعنی مالکی شافعی اور حنفی مسلک کے جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ انبیاء کرام جس طرح  
بحیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اسی طرح صغیرہ سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ  
ہمیں ان کی مطلق اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی  
اطاعت لازم آئیگی۔ جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن  
مجید میں انبیاء کی طرف ایسی باتیں منسوب ہیں جو گناہ دکھائی دیتی ہیں۔ پھر انبیاء کی اپنے افعال پر  
ندامت و استغفار بھی منقول ہے۔ پھر مطلق عصمت کے قول کے معنی؛ مختصر جواب یہ ہے کہ  
کوئی کام گناہ اس وقت قرار پاتا ہے جب کہ کسی حکم کی نافرمانی کا عزم و قصد ہو۔ اگر عزم و قصد نہ ہو بلکہ  
بے ارادہ بھول چوک سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں  
کہتے۔ قرآن و سنت میں انبیاء کرام کے جس قدر ایسے افعال کا ذکر ہے جو گناہ دکھائی دیتے ہیں  
ان میں عزم و قصد ہرگز نہیں ہے لہذا وہ گناہ نہیں اور انبیائے کرام کا اپنے ایسے افعال پر جو  
بلاعزم و ارادہ سرزد ہو جائیں ندامت و استغفار فرمانا گناہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ بارگاہ الہی  
میں تواضع و انکساری کے لیے ہے۔



## حضور اول مسلمان ہیں

(۱۲۸) لَا شَرِيكَ لَكَ بِذَلِكَ أُمْرٌ

وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (انعام، ۱۶۴)

ترجمہ :- اللہ کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضور کے سب سے پہلے، مسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ امت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ و وحدانیت پر آپ ایمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی امت آپ کی دعوت سے اس شرف سے شرف ہوتی — اور اولیت حقیقیہ بھی مراد ہو سکتی ہے

اور یہ ہی معنی زیادہ مناسب ہیں کہ سب مخلوقات سے پہلے توحید کا عرفانِ کامل حضور کو

حاصل ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور ہی

نے توحید کی شہادت دی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور نے فرمایا۔

كُنْتُ أَوَّلَ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ  
وَأَخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ

میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی  
اور بعثت سب کے بعد۔

(تفسیر قرطبی)

تو جو ہستی پاک اول مسلمان ہو اور جسے توحید الہی کا عرفانِ کامل سب سے پہلے حاصل ہوا ہو۔ وہ معاذ اللہ بے خبر، بے راہ اور گمراہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اور چونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت و وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم بھی حضور ہی کو دیا ہے۔ حضور ہی سب سے پہلے رب العالمین جل مجدہ کی عظمت و کبریائی اور جلال کے سامنے تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ سورہ انعام میں فرمایا۔

(۱۲۹) قُلْ إِنِّي أُمْرٌ أَنْ أَكُونَ

اے محبوب تم فرماؤ بیشک مجھے حکم دیا

گیسا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے

سر جھکانے والا۔

(انعام- ۱۱۲)

جس دین کی دعوت دینے کے لیے حضور مبعوث ہوئے، اسے سب سے پہلے



قبول کرنے والے بھی حضور ہیں اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساجد (سجدہ کرنے والے) بھی آپ ہی ہیں۔ علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "عاجزی، انکاری، فرمانبرداری اور میدانِ محبتِ الہی میں سب سے پہلے جو روح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس ہے۔ حضور نے بلا واسطہ اپنے رب کے حضور سب عبادت جھکایا اور تمام انبیاء و رسل بنے حضور کے واسطہ سے۔ پس حضور تمام نبیوں اور رسولوں کے بھی رسول ہیں اور سب حضور کے امتی ہیں۔ (روح المعانی) جو اس شان و عظمت کا رسول ہو وہ ذات و صفاتِ الہی اور منشاءِ ربی سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ آیت بالائے لفظ ضال حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء اور آپ کی عظمت و رفعت کا آئینہ دار ہے۔"

ضال کے معنی ایک تو وہی ہیں جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے اور جسے بعض مفسرین نے بیان کیا۔ اور ضال اس پانی کو بھی کہتے ہیں جو دودھ میں مل جائے۔ اب مطلب آیت یہ ہو گا کہ حضور کافروں میں گھرے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے ان پر غلبہ عطا فرمایا۔

ضال اس درخت کو بھی کہتے ہیں جو جنگل میں اکیلا اور نہایت اونچا ہو جسے

لہ فاؤل روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبتر  
روح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقد اسمن نفسه لمولاه بلا واسطہ  
وکل اخوانہ الانثناء علیہم الصلوہ و سلام فی عالم الارواح انما اسلمو  
نفوسہم بواسطتہ علیہ الصلوہ و سلام فهو صلی اللہ علیہ وسلم  
المرسل الی الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم فی عالم الارواح  
و کلہم امة (روح المعانی) سورہ النعام آیت ۱۲



دیکھ کر لوگ دُور ہی سے راستہ معلوم کر لیں۔ اب معنی آیت یہ ہوں گے کہ ہم نے آپ کو ملکِ عرب میں عظمت و مرتبہ میں یکتا، ہدایت کا آفتابِ واحد اور صفاتِ حمیدہ سے موصوف اکیلا پایا تو آپ کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی۔

(مدارج النبوة، روح البیان)

کونسی خوبی تھی جو نور کے پیکر میں نہ تھی  
کونسا پھول تھا جو زیبِ گلستان نہ تھا

## حضور کا فضل و کمال بھی لاریب فیہ ہے | (۱۳۰) الْقَوْلُ الذِّكْرُ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

(بقرہ ۱۰، ترجمہ :- وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) ذرا شک کی گنجائش نہیں اس میں — آیت بالا قرآن مجید کی جلالتِ شان کی آئینہ دار ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ قرآن مجید میں شک نہیں کیا جاتا۔ شک کرنے والے تو ہر دور میں موجود تھے رہے ہیں اور آج بھی ہیں بلکہ یہ فرمایا لَا رَيْبَ فِيهِ یعنی قرآن کے پیش کردہ دلائل و واضح اس کی تعلیماتِ روشن۔ اس کے بیان کردہ تاریخی واقعاتِ بے غبار اور پیگوشیاں صادق ہیں۔ جو عاقل اور انصاف پسند طبیعت کو اس کے کتابِ الہی اور حق ہونے کے یقین پر مجبور کرتی ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں شک نہیں ہے۔ اگر کوئی اس کے کتابِ الہی ہونے میں شبہ کرتا ہے تو یہ اس کی کورڈونی اور کچ فہمی ہے۔ اندھے کو آفتاب کی روشنی نظر نہ آئے تو اس کی آنکھوں کا قصور ہے۔ آفتاب تو آفتاب ہی ہے تو آیت بالا جہاں قرآن کی عظمت کا اظہار کرتی ہے۔ وہاں صاحبِ قرآن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ و مقام کی بلندی کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔ اولاً تو یوں کہ جس بستی مقدس پر ایسی کتاب نازل کی گئی جو لاریب فیہ ہے تو ضرور وہ بستی بھی اپنے فضل و کمال میں لاریب فیہ ہے۔ جیسے قرآن کی عظمت اور اس کے



منجانب اللہ ہونے میں ذرا شک نہیں۔ ایسے صاحب قرآن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی عظمت اور آپ کے منجانب اللہ ہونے میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا۔ "اے مسلمانو! کیا تم یہ اُمید رکھتے ہو کہ (یہ یہودی) ایمان لائیں گے۔ تمہارے کمنے سے حالانکہ ایک گروہ ان میں وہ تھا کہ اللہ کا کلام سننے، پھر سمجھنے کے

(۱۳۱) يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ  
يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ  
وَهُمْ يَعْلَمُونَ

بعد اسے دانستہ بدل دیتے

(بقرہ ۷۵)

یعنی یہود کا حضور کی رسالت سے انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ یہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی مدح و ثنا اور صفات و کمالات کے ذکر سے آسمان کتابیں بھری پڑی ہیں۔ انھیں یقین ہے کہ آپ کی ذات اقدس حق و صداقت کی ایسی مشعل تاباں ہے۔ جہاں شک و شبہ کا عبا نہیں پہنچ سکتا۔ حضور سچے رسول ہیں اور آپ کی رسالت ایسی روشن حقیقت ہے جو لاریب فیہ ہے۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی یہود کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا ان کی کج فہمی اور کور باطنی پر مبنی ہے۔

حضور کے علم بکیراں کی وسعتوں کی کوئی حد نہیں

(۱۳۲) وَعَلَّمَ  
آدَمَ الْأَسْمَاءَ

کَلِّهَا ترجمہ :- اور سکھا دیئے آدم کو تمام اشیاء کے نام

حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ اور ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَلَّمَهُ أَسْمَاءَ جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ  
كَلِّهَا جَلِّهَا وَحَقِيرِهَا  
(قرطبی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چھوٹی بڑی تمام اشیاء کے سب نام سکھا دیئے۔



اور خلافت کے منصب کا اتنا بنا بھی یہی تھا کہ آپ کو کائنات کے اسرارِ سرِ بستر سے آگاہ فرمایا جائے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں یہ عزت و سرفرازی جو آپ کو عطا ہوئی اس کا سبب یہی تھا کہ آپ کو تکوینی علوم یعنی اشیائے کائنات کی صفات، خاصیت اثرات، افعال و خواص اور ان کی حقیقت و ماہیت اور اصولِ علوم و صناعات کے علم سے نوازا گیا (روح المعانی)۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی یہ کیفیت ہے تو اللہ کے خلیفہ مطلق، رسولِ عالم، محبوبِ محترم حضور سید کائنات خیرِ موجودات محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التسلیم کے علوم و معارف کا کیا کہنا۔ لائقِ نفرت ہے وہ آواز جو اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی توحید کے نام پر اٹھائی جا رہی ہے کہ نبی کو صرف علم شریعت دیا جاتا ہے۔ تکوینی علوم سے ان کا کیا تعلق، پھر اس غلط منطق کی آڑ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم بکیراں کی دستوں کو تنگ سے تنگ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا سارا زور صرف کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کے مقام رفیع کو بلا چون و چرا تسلیم کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

دوم یوں کہ کتابِ مجید کی عظمت کے انہما سے پہلے السّٰر کا مقدس جملہ ہے جو قرآن کے تعارف سے بھی پہلے حضور کا تعارف کر رہا ہے۔ یعنی حضور ہی وہ ہیں جو اسرارِ الہی کے واقف اور رازِ خداوندی کے عالم ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں۔ سورتوں کی ابتداء میں جو حروف آئے ہیں جیسے السّٰر، حٰم، کھیعص تو یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کے درمیان ہیں۔

سِرٌّ بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ		یہ راز کی باتیں ہیں اللہ اور اس کے
(رُوحِ الْمَعَانِي)		رسول کے درمیان

یہ تو خدا اور محبوبِ خدا کے درمیان راز کی باتیں ہیں۔ وحیِ جلی اس راز سے پردہ نہیں اٹھاتی۔ ان اسرارِ الہیہ کی جلوہ گاہ تو صرف محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس



ہے۔ حضور ہی اس کے صحیح مفہوم و معنی سے واقف ہیں اور کوئی نہیں۔

حضور ہی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں ﴿۱۳۳﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۗ تَرَجَمَ: - اور یاد کرو (اے مجرب) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کو منصبِ خلافت عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ذکر تو ہے سرفرازی آدم علیہ السلام کا۔ مگر ربك میں رب مضاف ہے ك ضمیر کی طرف جس کا مرجع ذاتِ سرور انبیاء و محمد مصطفیٰ علیہ السلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی نسبت حضور کی ذات کی طرف فرمایا ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اس اضافت میں جو لطف و مزا ہے اس کا ادراک اہل محبت و عرفان ہی کر سکتے ہیں۔ جس سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہی خلیفہ اعظم، خلیفہ مطلق اور خلیفہ کائنات ہے۔ اگر یہ ذات گرامی نہ ہوتی تو آدم پیدا ہی نہ ہوتے بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

حضور کی اطاعت کے بغیر اطاعتِ خدا ناممکن ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام کی عظمت

کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ والا صفات کو اپنا قائم مقام اور اپنی ذات و صفات کا مظہرِ اتم بنایا ہے۔ اگر کوئی مسلمان محض اپنی عقل سے دن بھر روزہ سے رہے

لَهُ كَانَ رَمِزًا إِلَىٰ أَنْ الْمَقْبَلِ عَلَيْهِ بِالْخِطَابِ لَهُ الْحِظُّ الْأَعْظَمُ  
فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَقِيقَةِ الْخَلِيفَةِ الْأَعْظَمِ وَلَوْ  
لَا مَا خَلَقَ آدَمَ وَلَا وَلَا (روح المعاني)



رات عبادت میں گزارے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرے سب فضول اور بیکار ہے۔ کوئی ثواب نہیں ملے گا اور اگر حضور کی سنت کی نیت سے دوپہر میں آرام کرے گا تو ثواب بے حساب پائے گا۔ بیت الخلا جاتے ہوئے بائیں پاؤں پہلے اس نیت سے رکھے کہ حضور کی سنت ہے تو اس کا اجر ملے گا۔ اور ہمیں اپنی رائے اور عقل سے فائق کر لے، خدا کو خوش کرنے کے لیے ہاتھ سکھالے اس کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا، کیوں؟ اس لیے کہ مرکزی چیز حضور کی اطاعت اور آپ کا اتباع ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ صدقہ و خیرات اسی وقت عبادت ہیں اور بارگاہِ الہی میں مقبول و محمود ہیں جب کہ ان میں سنتِ رسول اور تصورِ رسول ہو۔ قرآن نے تصریح کی کہ حضور کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں ہے۔ حضور کی اطاعت تو اللہ کی اطاعت ہے بلکہ حضور کی اطاعت کے بغیر خدا کی اطاعت ہو ہی نہیں سکتی۔

(۱۳۲) مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ  
أَطَاعَ اللَّهَ

ایمان ہے قالِ مُصْطَفَاؤُ  
جس نے رسول کی اطاعت کی اس  
نے خدا کی اطاعت کی (النساء، ۸۰۰)  
قرآن ہے قالِ مُصْطَفَاؤُ

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کے وسیلہ قبول ہونے (۱۳۵) فَتَلَقَى  
آدَمُ مِنْ رَبِّهِ

كَلِمَةٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (بقرہ) ترجمہ:- پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ  
کلمے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی۔ زمین پر اتارے گئے۔ تین سو برس

نہ نماز جو کہ اللہ عزوجل کی خالص عبادت ہے قعدہ میں السلام علیک ایہا النبی  
عرض کرنا عبادتِ خداوندی میں اس کے محبوب رسول کا تصور نہیں تو اور کیا ہے؟



تک جیسا سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا (تفسیر خازن) اتنا روٹے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے مگر مغفرت کی خوشخبری نہ ملی۔ آپ فکرِ توبہ میں حیران ہوئے کہ اسی عالم میں ایسے کلمات زبان سے نکلے کہ رحمتِ الہی مائل بہ کرم ہو گئی — طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں ملتجی رحمت تھے کہ انھیں یاد آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا اور روحِ خاص ان کے اندر پھونکی تھی تو اس وقت انھوں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا — حضرت آدم نے یہ سمجھا کہ بارگاہِ خداوندی میں جو قدر و منزلت اور عزت حضور کی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور کا نام اپنے نام کے برابر لکھا ہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی۔

<p>الہی میں تجھ سے محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے صدقہ مانگتا ہوں کہ میری خطا معاف فرمادے۔</p>	<p>اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِي</p>
--	---

اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا۔ آپ نے عرض کی۔ ساقِ عرش پر کلمہ کی تحریر سے۔ اللہ نے فرمایا۔ بیشک وہ آخری رسول ہیں۔ تیری اولاد سے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تجھ کو پیدا نہ کرتا۔ (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۱۱۶ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ) معلوم ہوا بارگاہِ الہی میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ حضرت ابوالبشر جنابِ آدم علیہ السلام کی خطا آپ کے صدقہ، وسیلہ اور واسطہ سے معاف ہوئی۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

اگر نامِ محمد رانی اور دے شفیحِ آدم  
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از عسرقِ نجینا



خوب یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے  
بکمال لطف و کرم اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دیا ہے تو اسی تفضل حق کے  
وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا۔

**حضور اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں**

﴿۱۳۶﴾ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ

الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (آل عمران، ۱۶۴) ترجمہ: بیشک  
اللہ کا بڑا احسان ہوا مومنوں پر کہ ان میں انھیں سے ایک رسول بھیجا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں۔ ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے  
خرچ کرنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے کسی نعمت  
کے احسان کا ذکر نہیں کیا جس انداز سے حضور کی ذات کے متعلق فرمایا کہ ہم نے بڑا  
احسان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اور اجمل نعمت  
حضور کی ذات اقدس ہی ہے۔

میں کیا بھلا شنائے شہہ ہاسمٹی کروں

تم سب پڑھو درود میں ذکرِ نبی کروں

﴿۱۳۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوْا

عَنْ أَشْيَاءٍ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوَعًا كُمْ

**حضور شائع ہیں**

(ماذہ، ۱۰۱) ترجمہ: اے ایمان والو، ایسی باتیں نہ پوچھو۔ جو تم پر ظاہر کی جائیں تو  
تمہیں بُری لگیں۔

بعض لوگ حضور علیہ السلام سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ حضور کی خاطر مبارک

پرگراں ہوتا۔ ایک روز حضور نے فرمایا۔ مجھ سے دریافت کرو۔ ہر بات کا جواب دوں  
گا۔ ایک شخص نے عرض کی۔ میرا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا۔ جہنم (تفسیر احمدی)۔ حدیث مسلم



کا مضمون ہے کہ حضور نے خطبہ میں فرمایا کہ حج فرض ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور خاموش رہے۔ سائل نے پھر دریافت کیا تو حضور فرمایا۔ جو میں بیان نہ کر دوں اس کے درپے نہ ہوا کرو۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرض نبوت کو خوب جانتے ہیں۔ تمہیں بلاوجہ اور بے فائدہ سوال نہیں کرنے چاہئیں۔ اگر کسی بات کے متعلق حضور ہاں یا نہیں فرما دیں تو وہ خدا کی ہاں یا نہیں قرار پائے گی۔ معلوم ہوا کہ احکام شریعت حضور کے سپرد ہیں۔ جو فرض فرما دیں فرض ہو جائے۔ نہ فرمائیں نہ ہو۔ حضور کے اس منصب خاص کے متعلق سورہ اعراف میں فرمایا۔

يَا مَعْزِرُ بِالْمَعْرُوفِ وَ  
 يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجِلُّ لَهُمُ

الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ ترجمہ:۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے منع کرتا ہے۔ ستھری چیزیں ان پر حلال اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتا ہے۔

یہ آیت اس امر میں بالکل صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریحی اختیارات عطا کیے ہیں۔ حرام و حلال صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوا بلکہ جو کچھ حضور نے حرام یا حلال کیا وہ بھی قانون خداوندی ہے اور حضور کو بھی کسی چیز کے حرام یا حلال قرار دینے کا منجانب اللہ اختیار حاصل ہے۔

حضور سرور کائنات  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام

کا کام صرف یہ ہی نہیں ہے کہ وہ بندوں تک اللہ کی وحی کو پہنچادیں اور بس۔ بلکہ حضور کا منصب وحی



الہی کے معنی و مفہوم کو بیان کرنا بھی ہے۔ وہ صرف قاصد ہی نہیں بلکہ مطاع، حاتم، ہادی، امام، مربی، بشیر، نذیر، سراجِ فلک، صاحبِ حکمت، صاحبِ خلقِ عظیم، صاحبِ مقامِ محمود، مصطفیٰ، مجتبیٰ، شارح، وحی الہی کے مفسر، معلمِ کائنات، مزکی، داعی الی اللہ ہیں۔ وہ اللہ کے نائب، اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم بھی ہیں۔ حضور کے اس منصب و درجہ کی شاہد چند آیات قرآنیہ یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ ہم نے رسولِ کریم کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ ان کی اطاعت کی جائے۔

﴿۱۳۹﴾ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (نساء آیت ۶۴)

ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسی لیے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے

رسول کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ جاہل کفار کا خیال تھا جو یہ کہتے تھے۔

﴿۱۴۰﴾ أَلَمْ نَبْعَثْ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا

کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (اسرائیل، ۱۰)

﴿۱۴۱﴾ أَلَمْ نَبَشِّرْ يَهُدُونََنَا

کیا بشر ہماری رہنمائی کریں گے (تغابن، ۱)

﴿۱۴۲﴾ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر (مومنین، ۲)

کفار و منافقین ہی کی یہ عادت تھی کہ وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام اور آپ کے رتبہ و مرتبہ کی بلندی کا انکار حضور کو اپنے جیسا بشر کہہ کر کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کو ظاہری و جسمانی طور پر اپنی طرح کا دیکھ کر آپ کو انسانوں کی عام سطح پر لے آتے تھے۔ ان کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ حضور جو اللہ کے بندے اور



انسان ہیں وہ اخلاقی، روحانی، فطری اور عملی حیثیت سے عام انسانوں سے کیونکر برتر ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف انداز سے کفار کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔ سورہ ابراہیم میں ہے کہ انبیاء کرام نے کفار کو جواب دیا۔

ہم ہیں تو ظاہری صورت بشری میں  
تمہاری طرح انسان، مگر اللہ اپنے بندوں  
میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے

﴿۱۲۳﴾ اِنَّ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰی مَنْ يَّشَاءُ  
مِنْ عِبَادِهٖ

آیت بالا میں یہ بتایا گیا کہ کفار کی نظر انبیاء کرام کے ایک رُخ یعنی ظاہری جسم پر پڑتی ہے۔ انبیاء کرام سے جواباً کہلوا یا گیا کہ ہاں ہم اللہ کے بندے اور انسان تو ہیں مگر کیسے انسان؟ ایسے انسان جن پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بارش ہوتی ہے۔ علم و حکمت سے سرفراز کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی واضح ہوا کہ انبیاء کرام کے صرف ایک رُخ بشری کو پیش کرنا اور صرف اسی پر اصرار کرنا کفار و منافقین کی عادت ہے مسلمانوں کی نہیں۔ کفار ہی کے جواب میں حضور سے کہلوا یا گیا۔

ظاہری صورت بشری میں تو میں  
تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے۔

﴿۱۲۴﴾ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ  
مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلٰی  
(کہف، ۱۱۰)

حضور کی بشریت عام انسانوں کی بشریت کی طرح نہیں | اس آیت

خیال باطل کی تردید کر دی گئی انہیں بتایا گیا کہ ایک عام بشر اور رسالت و وحی پانچواں بشر کی پوزیشن اور حیثیت ایک جیسی کیسے ہو سکتی ہے جو بشر اللہ کا رسول ہو وہ تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہدایت پا کر کام کرتا ہے۔ ایسے بشر کی حیثیت جو وحی الہی سے مشرف ہو ایک عام بشر کی طرح کیسے



ہو سکتی ہے؟

محمد سرِّ وحدت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے  
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

حضور سے جس کو نسبت ہو گئی وہ بھی بے مثال ہے | قرآن مجید میں حضور کی  
شانِ عالی اور آپ کی

بشریت کی عظمت کے اظہار کے لیے اس حقیقت کو بھی پیش کیا گیا کہ جن مستورات  
کو حضور سے شرفِ زوجیت حاصل ہو گیا۔ وہ بے مثل و بے مثال ہو گئیں۔

(۱۲۵) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ  
كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (احزاب ۳۲) | اسے نبی کی بیوی تم اور عورتوں کی طرح  
نہیں ہو۔

یعنی تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، تمہارا اجر و ثواب سب سے بڑھ کر  
ہے اور جہان کی عورتوں میں کوئی تمہارا ہمسر نہیں۔ اگر اوروں کو ایک نیکی پر دس گنا  
ثواب ملے گا تو حضور کی ازواجِ مطہرات کو بیس گنا — غور کیجئے جن مستورات کو  
حضور کی بی بی بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔ انہیں جہان کی عورتوں پر فضیلت و بزرگی حاصل  
ہو گئی تو جس ہستی پاک سے نسبت کی وجہ سے انہیں یہ رتبہ ملا۔ اس ہستی مقدس کے  
رتبہ درجہ اور مقام کا کنارہ کسے ہاتھ آ سکتا ہے؟

حضور نور ہیں، محمود ہیں محمد ہیں  
جگہ جگہ نئے عنوان ہیں ثناء کے لیے

خوب یاد رکھیے کہ نبوت و رسالت انسانیت کی وہ معراجِ کمال ہے جس سے برتر و بالا منصب  
اور کمال عالم امکان میں نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا  
کا ذکر ہے تو اس کے ساتھ ہی یوحیٰ الٰہی کا وصف بھی موجود ہے۔ حضور کی ذاتِ اقدس کے لیے قرآن  
میں جہاں لفظ بشر کا استعمال ہوا ہے تو اس کے ساتھ ہی رسول کا وصف بھی موجود ہے ہل کنت



إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (اسراء) قرآن مجید نے حضور علیہ السلام کو صرف بشر اور محض بشر کی حیثیت سے کہیں نہیں پیش کیا اور جہاں محض بشر یا صفات بشریت کا ذکر ہے تو وہ تمام تر مشرکین و کفار کے قول کی نقل کی ہے۔ قرآن مجید میں کفار کے جو اقوال نقل ہوئے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو صرف بشر، محض بشر اور اپنا جیسا بشر کہنا کفار و مشرکین کا وظیرہ تھا۔ مسلمانوں کا نہیں۔

حضور کی ذاتِ اقدس مرکزِ ایمان ہے | خوب یاد رکھئے اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید

عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو۔ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستقل تعلق کسی کا نہیں ہو سکتا۔ خدا سے تعلق حضور سے تعلق ہی سے حاصل ہوگا۔ اس لئے خدا کی اطاعت کے معنی حضور کی اطاعت، خدا کی رضا کا مطلب، حضور کی رضا اور خداوندِ قدوس کو دکھانے کے معنی حضور کو دکھانے کے ہیں۔

﴿۱۳۶﴾ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ (بقرہ) | یہ کافر اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں معمولی ہوشیار آدمی کو فریب دینا مشکل ہے۔ خدا کو کون فریب دے سکتا ہے؟ تو آیت کے معنی یہ ہیں کہ حضور کو فریب دینا چاہتے ہیں — لہذا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے معنی حضور پر ایمان لانے کے ہیں۔

ہر آسمانی کتاب علمبردارِ توحید ہے۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ سب کے ہاں، سب کی تعلیم میں توحید ہے۔ باری تعالیٰ جل مجدہ کی وحدانیت ایک واضح حقیقت ہے — ہر آسمانی کتاب میں وہی مضامین ہیں جو قرآن مجید میں ہیں۔

﴿۱۳۷﴾ قُلْ هَاتُوا بُكْتَبَ | تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں (توریت و

مِن عِنْدِ اللَّهِ هُوَ هَدَى



مِنْهُمَا (قصص، ۲۹) | قرآن سے زیادہ ہدایت کی ہو۔

تو اگر غیر محرف توریت و انجیل یا زبور ہو اور صحیح طور پر اس پر عمل و عقیدہ بھی ہو تو ایسا شخص مسلمان نہیں۔ اسی طرح محض توحید پر ایمان لانے سے کام نہیں چلتا، یہود و نصاریٰ اور دیگر مذاہب والے خدا کو مانتے ہیں مگر بالاتفاق کافر ہیں۔ جب تک حضور کی رسالت کی تصدیق نہ ہو۔

(۱۲۸) وَ اٰمَنُوْا بِرَسُوْلِهِ يُؤْتِكُمْ  
كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِيْ  
(حدید، ۲۸) | اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ  
اپنی رحمت سے دو حصے (ثواب) تمہیں  
عطا فرمائے گا۔

تو مرکز ایمان و اسلام حضور کی ذات اقدس ہے۔ حضور کی رسالت کو مان لیا تو ضمناً خدا کی، جنت و دوزخ، حشر و نشر غرضیکہ دین کی تمام ضروری باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ لہذا توحید پر ایمان جب معتبر ہو گا جب کہ حضور کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔

(۱۲۹) هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهِ  
اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ  
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (حدید)

وہی ہے کہ اپنے بندے پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جائے۔  
اندھیروں سے اُجالے کی طرف، باطل سے حق کی طرف، ظلمت سے نور کی طرف آنے کے لیے، وسیلہ و واسطہ حضور ہی کی ذات اقدس ہے۔ ظاہر ہے وسیلہ پہلے ہوتا ہے اور منزل بعد میں۔

قیامت کے دن تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کے  
شاہد و شہید رسول | احوال و اعمال کی شہادت دیں گے۔ یہ منصب تو تمام



انبیاء کرام کا ہے مگر اس خصوص میں حضور سید انبیاء، حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ آپ نہ صرف اپنی امت کے اپنے نور نبوت سے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے ایمان، حقیقتِ ایمان اور درجاتِ ایمان نیک و بد اعمال حتیٰ کہ اخلاص و نفاق پر مطلع ہیں۔ اس لئے حضور کی گواہی حق اور درست قرار پاتے گی۔

نیک و بد اعمال اور کفر و نفاق و ایمان اسلام پر گواہی دیں گے بلکہ انبیاء سابقین کی شہادت کے درست ہونے کی بھی گواہی دیں گے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔ تو کیا حال ہوگا (ان نافرمانوں) کا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔

اور اے محبوب ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

①۵. وَجِدْنَا بِكَ عَلِيًّا

هُوَ لَأَوْ شَهِيداً (نساء، ۴۱)

حضور کیسے گواہی دیں گے کہ تمام انبیاء نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور پیغامِ الہی حرفِ بحر پہنچا دیا۔ حضور اپنی امت اور دیگر انبیاء کی امتوں کے نیک و بد، ایمان و نفاق کی گواہی کیسے دیں گے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں کہ شاہد و شہید کے معنی یہ ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

صدا اور تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور کی امت ہیں۔ قیل الاشارة الخا  
جميع امة (قرطبی) تفسیر عزیزی کی عبارت یہ ہے۔ و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او  
مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ کلام درجہ دین من رسیدہ و حقیقتِ ایمان  
او چسیت و حجابے کہ ہاں از ترقی محبوب ماندہ است کلام است پس او مے شناسد گناہان شما  
را و درجاتِ ایمان شما را و اعمالِ نیک و بد شما را و اخلاص و نفاقِ شما را۔



# کتمانِ حق

## یہود کا بدترین جرم

نوریت و انجیل اور دیگر آسمانی کتابیں حضور سرورِ انبیاءِ حبیبِ کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام کے ذکرِ خیر سے مزین تھیں۔ ان صحائفِ سماویہ میں حضور کی صفات و کمالات، اور آپ کی روشن اور واضح علامات کا تفصیلی بیان درج تھا۔ علماء بنی اسرائیل کا جرم یہ تھا کہ وہ ان صحائف اور حضور کے فضائل و مناقب کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے تاکہ لوگ ان پر مطلع ہو کر حضور پر ایمان نہ لے آئیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مذموم حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا۔ سورہ بقرہ میں فرمایا۔

اور حق سے باطل نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ۔

﴿۱۵﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ  
وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ  
تَعْلَمُونَ (بقرہ، ۲۲)

مفسرینِ کرام نے بالاتفاق تصریح کی ہے کہ یہ اور اس سلسلہ کی دیگر آیات میں علماء بنی اسرائیل کو اس بات پر سرزنش کی گئی ہے کہ وہ آسمانی کتابوں میں مندرج حضور عظیم انبیاءِ علیہم السلام کی نعت، اوصاف و کمالات اور علاماتِ نبوت کو عوام سے چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اسی دینِ الا سلام بانکار ہو نعتِ النبی



صلی اللہ علیہ وسلم (خازن، مدارک، قرطبی، روح المعانی)

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ و صفات جلیدہ کو چھپانا اور لوگوں کو حضور کے مرتبہ و مقام کی عظمت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کرنا یہود کا شیوہ تھا۔ اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ زیب نہیں دینا کہ وہ اپنے ہادی اور مربی اور محسن اعظم رسول کی مدح و ثنا اور کمالات بیان کرنے سے ان کی زبان میں لکنت اور فضائل سننے سے دل میں گھٹن ہو۔ مومن مخلص کی شان تو یہ ہے کہ

ثنا سے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے ثنا  
نہ شاعری کی ہوس نہ پڑاہ ردی تھی کیا کیے قافیے تھے

قرآن مجید نے **مومن مخلص وہی ہے جو اللہ و رسول کے حکم پر لبیک کہے** تصریح کی ہے۔

مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہیں اور اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور رسول ان کے درمیان فیصلہ دیں تو ان کا جواب سوا اس کے کچھ اور نہیں ہوتا کہ وہ کہیں سمعنا و اطعنا ہم نے سنا اور مانا۔

①۵۱ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

(النور، ۵۱)

قرآن نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کے

**اطاعت رسول ہی کامیابی کا راز ہے**

یے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے جس طرح اللہ کی نافرمانی گمراہی و بدبختی ہے۔ اسی طرح حضور کی نافرمانی کا حال ہے۔



جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پایا

جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔ (اعزاب ۳۶)

(۱۵۱) مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
فَقَدْ فَازَنَ فَوْزًا عَظِيمًا (اعزاب ۴)

(۱۵۲) وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا

نہ صرف یہ بلکہ اطاعتِ رسول سے عظیم حق میں رسائی کی نعمت ملتی ہے۔ سینہ علم و عرفان کا خزینہ بن جاتا ہے اور اسرارِ کائنات منکشف ہو جاتے ہیں۔ علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ سورہ نساء کی آیت ۶۹ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ الْخَيْرَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اطاعتِ رسول کی برکت سے انہیں عظیم الہی تک پہنچنے کا راستہ مل جائیگا اور ان پر غیب کے دروازے کھل جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ علوم القافر مانتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

يصلون بسلوكة جناب القدس  
ويفتح عليهم ابواب الغيب  
قال النبي صلى الله عليه  
وسلم من عمل بما علم  
ورثه الله علم ما لم يعلم  
(بیضاوی)

اللہ اکبر۔ جس ہستی مقدس کی اطاعت سے ایک بندہ خدا علم و معرفت کے اس مقام رفیع پر فائز ہونے کا شرف پاتا ہے اس ہستی مطہر کے علم و فضل کے کیا کہنے۔ محمد علم و حکمت کا مدینہ محمد چشمہٴ رشد و ہدیٰ ہے

حضور علیہ السلام منجانب اللہ  
حضور امام کل اور ہادی کائنات ہیں  
امام کل مرشد معصوم اور ہادی

کائنات ہیں۔ ہر معاملہ اور ہر مسئلہ میں حضور کو حاکم ماننا اسی طرح ضروری ہے جیسے اللہ عزوجل کو۔



ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔  
وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔  
اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو  
رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے  
ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں  
نزاع ہو تو اللہ ورسول کی طرف رجوع کرو۔

(۱۵۴) وَجَعَلْنَا هُمْ آيَةً  
يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (سجده، ۲۴)  
(۱۵۵) أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ  
وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ  
فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ  
وَالرَّسُولِ (نساء، ۵۹)

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ كَافِرَةٌ خَاصٌ طُورٍ قَابِلٍ غُورٍ هِيَ۔ مسائل شرعی میں  
جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول کی طرف رجوع  
کریں۔ اس میں خدا اور رسول دونوں کو حکم بنانے کا حکم دیا۔ اگر مرجع صرف قرآن ہوتا  
تو فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ کہنا کافی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ والرسول فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ  
حضور نبی کریم علیہ السلام کی غیر مشروط اور مستقل اطاعت لازم و واجب ہے اور دین اسلام  
کے آئینی و قانونی ماخذ کتاب و سنت ہی ہیں۔

انہیں کا ذکر انہیں کا بیان انہیں کا نام  
ہر ابتدا کے لیے ہے ہر انتہا کے لیے

حضور کی حاکمیت کے منکر مومن نہیں | قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
فیصلہ کو دل و جان سے، نناہل ایمان کے لیے فرض بلکہ شرط ایمان ہے۔ جو شخص رسول  
کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔ حضور کی حاکمیت کو تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

(۱۵۶) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى  
يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ  
..... الخ (النساء، ۶۵)

اے رسول! تیرے رب کی قسم یہ مومن  
نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام  
معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں۔



کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے  
کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں  
تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ  
کرنے کا اختیار باقی رہے۔

①۵۶ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ  
إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً  
أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخِيَرَةُ  
مِنْ أَمْرِهِمْ (العزاب، ۳۶)

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہد نبوی کے مومن مرد  
عورت مراد نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ امر کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر  
قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا اور رسول  
کے فیصلہ کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔

نسخہ کونین رادیب چہ اوست

جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست (جامی)

قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے  
نبی کا حق اپنی جان سے بھی زیادہ ہے

کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہیے۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے  
کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے۔ اور اللہ کے ساتھ نبی کو راضی کرنا بھی ضروری  
ہے بلکہ شرط ایمان ہے۔

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی  
کوئی بات کرو تو گناہ زیادتی اور ظلم اور  
رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

①۵۸ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا  
إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَنَاجُوا  
بِالْوَشْوَ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ  
الرَّسُولِ (المجادلہ، ۹)

نبی زیادہ قریب ہے۔ مومنوں کی جائز  
سے۔ (العزاب، ۶۶)

①۵۹ السَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
مِنْ أَنفُسِهِمْ



اللہ اور رسول کو راضی رکھنا ضروری ہے | (۱۶۰) وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ  
 أَنْ يُرَضُّوا مِنْكُمْ إِنْ كَانُوا

مُؤْمِنِينَ (توبہ، ۶۲) ترجمہ :- اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا  
 ضروری ہے۔

قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے جو اپنی خود غرضی اور منافقت کی وجہ  
 سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔

(۱۶۱) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا  
 إِذَا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ  
 رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ  
 عَنْكَ صُدُودًا (نساء، ۶۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب  
 کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا اور رسول  
 کی طرف آؤ تو اسے رسول تو دیکھے گا ان  
 منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف۔

اس آیت میں حضور کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت  
 کرتا ہے کہ آپ کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے۔ دیکھئے مَا أَنْزَلَ اللَّهُ تَوْقِرَانَ،  
 لیکن وَالِی الرَّسُولِ قِرَانَ نہیں۔ یہ تو حضور کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ  
 کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ کی نافرمانی پر کھٹ افسوس ملیں گے  
 اسی طرح حضور علیہ السلام کی نافرمانی پر افسوس کرتے ہوں گے۔

(۱۶۲) یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ  
 فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَا اطَعْنَا  
 اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ  
 (اعزاب، ۶۶)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ  
 میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے  
 ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا  
 اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

اگر رسول کی اطاعت ایک مستقل اطاعت نہیں تھی تو پھر اللہ اور رسول کی اطاعت  
 کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟



حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت بھی بہت

اللہ تعالیٰ کا حضور کے ساتھ دائمی تعلق ہے

اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے عارضی و وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہو اسی وقت یہ تعلق قائم ہو اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات سے دائمی تعلق ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

اے محبوب! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہِ راست سے ہٹانے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں

(۱۶۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوكَ مِنْ شَيْءٍ (نساء، ۱۱۳)

اس آیت مبارکہ میں تصریح کر دی گئی کہ حضور علیہ السلام کا نگران اللہ تعالیٰ ہے۔ فضل الہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا۔

(۱۶۴) وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ، ۴۶)

اس آیت کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس لیے نبی کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے۔ اسی بنا پر حضور نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔



فَءَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يُخْرِجُ مِنْهُ إِلَّا حَقًّا (بخاری) | اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی کا ظہور ہوتا ہے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام صرف پیامبر ہی نہیں ہیں بلکہ وہ نبی ہادی اور معلم کائنات بھی ہیں۔ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن مجید کی جو تفسیر اور قرآنی احکام کی جو وضاحت فرمائی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی کی ترجمانی ہے۔ حضور کا قول و عمل اور کردار اسی طرح اللہ کا دین ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی آفری وحی قرآن ہے۔

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

## حضور سید المرسلین خاتم النبیین محبوب الامین اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر صریح ہے

سب سے اہم بات جو تمام مسلمانوں کو خوب اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے حضور علیہ السلام کی شان میں قصداً عمداً اشارۃً کنایۃً ادنیٰ گستاخی بے باکی کفر صریح ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی شان میں ذرا بھی بے ادبی کرنے والوں کو ایمان و اسلام کے دعویٰ کے باوجود کافر قرار دیا ہے تا وقتیکہ صدقِ دل کے ساتھ جو بے ادبی کے کلمے بولے ہیں ان سے توبہ نہ کریں۔

(۱۶۵) يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا وَابْعَدُوا سُلُوبَهُمْ  
خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔



ابن جریر و طبرانی - حضرت سید المفسرین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
اس آیت میں روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک کربخی آنکھوں والوں سے  
فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کس بات پر مری شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ وہ گیا اور  
اپنے ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر تمہیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان  
میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل سے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی کہ خدا کی  
قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور میرے  
رسول کی شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے۔ اگرچہ لاکھ مسلمان کا  
دعوے کرے۔ اسلام و مسلمین کی دینی و ملی خدمت بھی کرے۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھے،  
عبادت و ریاضت میں دن رات منہمک رہے۔ جب تک اس کلمہ گستاخی سے توبہ  
نہ کرے کافر ہی رہتا ہے۔

۲۔ ابن جریر و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور امام مجاہد شاگرد سیدنا  
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم  
ہو گئی۔ اس کی تلاش کی جا رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اونٹنی  
فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور کے اس فرمان پر ایک منافق بولا۔  
”محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب  
کیا جانیں۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی یہ آیت نازل فرمائی جس کے ابتدائی جملوں  
کا ترجمہ یہ ہے۔

اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے۔ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے  
تم نہ ماردو۔



﴿۱۶۶﴾ قُلْ اَبَا اللّٰهِ وَاٰیٰتِهِ وِرَسُوْلِهِ  
 كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ وَلَا  
 تَعْتَدِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْۙ بَعْدَ  
 اٰیْمَانِكُمْ (توبہ ۱۲۴) بعد

غور کیجئے، حضور کی شان میں اتنی گستاخی۔ صرف یہ جملے کہنے (کہ محمد غیب کیا  
 جانیں) پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور فرمایا تم اللہ کی آیتوں اور رسول کا مذاق  
 اڑاتے ہو۔ یہاں نہ بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے کیونکہ اس  
 لفظ سے حضور کی شان میں بے ادبی کی بُرائی آتی ہے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ  
 اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے غیب کی باتیں جاننا شانِ نبوت اور خصائصِ نبوت سے  
 ہے۔ ان دو آیتوں سے اندازہ کریجئے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک  
 کا معاملہ کتنا نازک ہے۔ ذرا سی بے ادبی اور بے باکی سے آدمی دائرہ اسلام سے  
 خارج ہو جاتا ہے ۷

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پر یہ جراتیں

کہیں کیا نہیں ہوں محمدی۔ اے ہاں نہیں اے ہاں نہیں

نبی کریم کے گستاخ کی دین دنیا برباد ہو جاتی ہے | حضور نبی کریم علیہ السلام  
 نے کوہِ صفا پر سوب

کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور اپنی صداقت اور امانت کی ان سے شہادت لے  
 کر اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو ابولہب نے آپ سے کہا: "تم تباہ ہو جاؤ۔ کیا تم  
 نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا"۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے کلمہ گستاخانہ کا جواب  
 دیا اور اپنے محبوب رسول کی حمایت میں فرمایا۔

﴿۱۶۷﴾ مَبْتَلًاۙ اِنَّ اَجْرَ لَٰهٖۙ | تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں بھائی



وَتَبَّتْ (تبت ۱۰) | اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

اللہ اکبر، بارگاہِ الہیہ میں حضور کا اعزاز یہ ہے کہ ابولہب آپ کی شان میں گستاخی کے کلمے بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا خود دفاع فرماتا ہے۔ غور طلب بات یہ بھی ہے کہ ابولہب نے حضور کے حق میں تَبَّالک آپ تباہ ہو جائیں کہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی طرف سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا۔ ابولہب تو کہتا ہے کہ میرا محبوب رسول تباہ ہو جائے۔ وہ تباہ نہیں ہوں گے تو ہو گا اور تو تباہ ہو بھی گیا ہے

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

کافر ان سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا

ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہنے لگا۔ جو میرے بھتیجے میرے متعلق کہتے ہیں (کہ میں ہلاک ہو گیا) اگر صحیح ہے تو میں اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے مال و زر اور اولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے اس خیال کی بھی تردید فرمادی اور فرمایا دین و دنیا میں تیرے لیے خسارہ اور ہلاکت ہے۔ مال و دولت اور تیری اولاد تجھے تیری بد بختی سے نجات نہیں دلا سکتے۔

⑦ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ | اس کے کچھ کام نہیں آیا اس کا مال

وَمَا كَسَبَ (تبت ۲) | اور جو اس نے کمایا

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ادنیٰ گستاخی سے دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں اور ذلت و نامرادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

وہ کہ اس درگا ہوا اللہ اس کا ہو گیا

وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا



# اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق قرآنی تعلیمات کا صحیح علم حضور اکرم ﷺ کے قول و عمل اور کردار ہی کی روشنی میں حاصل ہو سکتا ہے

مقام نبوت کی خصوصیت بھی یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن کے مطالب و معنی کو سمجھنے کے لیے حضور کے قول و عمل و کردار کی ضرورت ہے کیونکہ حضور قرآن کے شارح اور حقیقی مفسر ہیں اور حضور کے قول و عمل کو نظر انداز کر کے قرآن کو سمجھنے کی کوشش گمراہی و بیدینی کی طرف لے جاتی ہے۔ سورہ نحل میں فرمایا۔

﴿۱۶۹﴾ وَتَوَلَّانَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل، ۸۹) | ہم نے آپ پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اور قرآنی علوم و معارف کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ساتھ حضور کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

﴿۱۷۰﴾ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ  
لِتَبَيِّنَ لِلنَّاسِ (نحل، ۲۲) | اے محبوب ہم نے آپ پر یہ ذکر (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ (اس کے مطالب) کو خوب خوب واضح کر دیں۔

معلوم ہوا کہ حضور کا منصب یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کی آیات کے معنی و مفہوم کو خوب اچھی طرح واضح فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کے ارشادات کی روشنی کے بغیر قرآنی آیات کے معنی و مفہوم کو سمجھنا ناممکن ہے اور حضور نے قرآنی احکام کی جو تشریح و توضیح فرمائی ہے وہ وحیِ ربانی ہی کے ماتحت فرمائی ہے۔

سورہ توبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے۔



﴿۱۶۱﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ  
مَّتَّ أَبَدًا (التوبہ، ۸۴) | ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان  
کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نماز جنازہ مشروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ السلام منافقین کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ نماز جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خطبہ دیا کرتے تھے اور امت میں اسی طرح آج تک جاری ہے۔ سورہ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

﴿۱۶۲﴾ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا  
انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ  
تَائِبِينَ (المجموع، ۱۱) | جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے  
ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور  
آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جاسکتی۔ جس میں اس خطبہ کا حکم ہو۔ پس لازماً یہ ہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعے ملا جو قرآن کے علاوہ تھی۔ علیٰ ہذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے۔ سورہ جمعہ اور مائدہ میں بطور حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

﴿۱۶۳﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ  
اتَّخَذُوا هُنَا حُزُوقًا لِّعِبَادَتِنَا  
(المائدہ، ۵۸) | جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے  
تو یہ منافق اس کا مذاق اڑاتے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس



کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں۔ مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا۔

(۱۶۱) وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مِنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ -  
(البقرة ۱۴۳)

جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کی بنا پر تھا۔ جنگ اُحد کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا۔ اللہ تمہاری مدد کے لیے فرشتے بھیجے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا۔

(۱۶۲) وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ (آل عمران ۱۲۶)

اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لیے خوشخبری بنایا ہے۔

ثابت ہوا۔ حضور علیہ السلام نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ دعویٰ (غیر منسوخ) سے تھی۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا۔ جنگ اُحد کے بعد حضور علیہ السلام نے غزوہ بدر ثانیہ کے لیے لوگوں کو جھٹلنے کا حکم دیا جس کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی۔ یہ بھی اسی کی جانب سے تھا۔

(۱۶۳) الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ

جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا،  
(آل عمران ۱۶۲)

حضور علیہ السلام نے صدقات تقسیم کئے۔ اس پر منافقین نے اعتراضات کئے



اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ظالمو! رسول کے فعل پر اعتراض کرتے ہو۔ حالانکہ یہ تقسیم جو رسول نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا۔

﴿۱۶۶﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا  
آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (التوبة: ۵۹) | اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دلی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شرائط کو جو کفار نے مقرر کی تھیں قبول فرمایا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن نے اعلان کیا۔

﴿۱۶۷﴾ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا  
مُبِينًا (الفتح: ۱) | اے رسول ہم نے آپ کو کھلی ہوئی  
فتح عطا کی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز افشا کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی۔ حضور ہنّٰ اَنْبَاكَ اَپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے فوراً جواب دیا۔ نَبَاَنِی الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ (قرآن) مجھے میرے علیم وخبیر رب نے بتایا ہے کہ تم سے میرا راز افشا ہو گیا ہے۔ یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی اور حضور علیہ السلام دین سے متعلق جو ہدایات فرماتے تھے اور اصول قرآنی کی اپنے قول و عمل سے جو توضیح و تشریح فرماتے تھے وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی کو لیجئے۔ قرآن مجید صرف اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہہ کر



خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب و شرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ امور کس سے معلوم کئے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ | جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو۔  
(بخاری)

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا۔ بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد، عبادات، معاملات، حرام و حلال، نکاح و طلاق۔ غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجئے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور علیہ السلام ہی کی ذات اقدس بنتی ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن کے اصولی احکام کی توضیح اور اس کے جزئیات کی جو تعیین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کے لیے احادیث نبوی کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے تو خود بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم ہے مگر صرف قرآن مجید سے ان عبادات کے تفصیلی احکام معلوم نہیں ہو سکتے۔

۲۔ قرآن کریم میں طیب چیزوں کے کھانے کا اصول حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف قرآن مجید سے حلال و حرام اشیا کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے؟ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل و فہم سے حرام و حلال کی فہم بنا لیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیا کا یہ ہی حکم ہے۔



پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض  
پوری کر چکے تو پھر ہم نے اس کو تمہارے  
نکاح میں دیدیا۔

①۵۹ قرآن میں ہے فَلَمَّا قَضَىٰ  
زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا  
(الاعزاب، ۳۷)

دیکھئے یہ قرآن شریف کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم کیا جاسکتا  
ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم  
ہوگی یا مثلاً ارشاد ہے۔

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس  
کے پاس ایک نابینا آیا

①۶۰ عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ أَنْ جَاءَهُ  
الْأَعْمَىٰ (عبس، ۲۰۱)

کیا صرف قرآن شریف سے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ  
کیا تھا۔ اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کریمہ - اس میں ہے۔

اگر تم رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اس  
کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے  
ان کو نکالا۔ صرف دو جان سے جب دونوں  
غار میں تھے۔ جب اپنے یا سے فرمائے تھے غم نہ کھا۔

①۶۱ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ  
إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَثَانِيًا  
أَثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ  
لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ (التوبہ، ۴۰)

کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کافروں سے  
کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ کہ رفیق غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ  
روپوش ہوئے تھے۔

اللہ نے بہت سے میدانوں میں مہاری  
مدد کی۔

①۶۲ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي  
مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ (التوبہ، ۲۵)

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے؟

اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے

①۶۳ وَعَلَى الْمَثَلَةِ الْأَدْنَىٰ



خَلْفًا (التوبہ، ۱۱۸) | معاملہ کو ملتوی رکھا گیا۔

یہ تین شخص کون تھے۔ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا۔ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟  
اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے۔ ارشاد ہے۔

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اول دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں۔

﴿۱۳۶﴾ لِمَسْجِدٍ اتَّسَسَ عَلَيْهِ  
التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ  
تَقُومَ فِيهِ - فَيَبْرأ رِجَالٌ يُحِبُّونَ  
أَنْ يَتَّطَهَّرُوا (التوبہ، ۱۰۸)

یہ کس مسجد کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی اس آیت میں مدح ہے۔ ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا۔ جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے۔ کیا ان امور کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں آئے گی۔

﴿۱۰۵﴾ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ أَحَدَى  
الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ  
(الانفال، ۷)

کیا صرف قرآن سے بتلایا جا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن میں تو ہے نہیں۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوئی تھی۔ کس قسم کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ جو بوجہ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات (حدیث) کا دامن تھامنا ناگزیر ہے۔



## بارگاہِ نبوت میں عرضِ سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے حد و حساب ہیں۔ آپ نے کفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح و کامیابی کا ایک ایسا ابدی نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر اُمتِ دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم و جلیل محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا، بہت بڑی ناشکری اور ناپاسی تھی۔ لیکن اُمت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں۔

﴿۱۸۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا  
اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (احزاب، آیت ۵۶)

حقیقت یہ ہے کہ حضور پر درود بھیجنا۔ حضور کے احساناتِ عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے۔ اپنے تعلق اور اپنی نیاز مندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں حضور کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کئے گئے اور حضور پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی اور فقہاءِ امت نے تصریح کی کہ :-

جب بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی زبان پر آئے۔ آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ (رد المحتار شامی ج ۱ ص ۲۸۳)



عمر میں ایک مرتبہ حضور پر درود پڑھنا فرض ہے۔ نماز میں واجب اور عام اوقات میں مستحب۔ آیت بالا پر غور کیجئے۔ ملائکہ، ملک کی جمع ہے۔ جمع کا لفظ جب مضاف ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یصلون مضارع کا صیغہ ہے۔ حال و استقبال دونوں کے لیے آتا ہے۔ حال ماضی کی طرح منقطع ہو جاتا ہے۔ مستقبل ختم نہیں ہوتا۔ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ قیامت تک جاتے گا۔ تورب ذوالجلال کی بارگاہ میں حضور کا مقام یہ ہے خود وہ اور اس کے سب فرشتے، حضور کی ذات پر لا انتہا درود بھیجتے ہیں تو جو کام خود رب العالمین کرے اپنے فرشتوں کو ملا کر کرے، اپنے بندوں کو اس کام کے کرنے کا حکم دے۔ یقیناً وہی سب سے اہم اور افضل ہے دیکھئے، اللہ تعالیٰ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، حج نہیں کرتا، زکوٰۃ نہیں دیتا۔ یہ اللہ کے کام نہیں بلکہ رسول کریم علیہ السلام کے کام عادت اور سنت ہیں۔ لیکن درود بھیجنا، یہ اللہ کی سنت اور عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ بجمالِ لطف و کرم اپنے محبوب رسول کی ذات پر درود بھیجتا ہے تو عبادت حضور کی سنت اور درود بھیجنا اللہ کی سنت جو نسبت خدا کو رسول سے ہے وہی نسبت خدا کی سنت کو رسول کی سنت سے ہے۔ جتنا خدا رسول سے افضل ہے اتنی ہی خدا کی سنت رسول کی سنت سے افضل ہے۔ اب اللہ کی سنت درود اور حضور کی سنت عبادت ہے۔ واضح ہوا کہ درود شریف سب عبادتوں سے افضل ہے۔

درود ہی ایک ایسی عبادت ہے جو ہر لمحہ، ہر آن اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی فائدہ مند ہے۔ ہر عبادت میں قبول و عدم قبول کا امکان ہے۔ نماز پڑھی ممکن ہے قبول ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قبول نہ ہو لیکن درود شریف ہر وقت مقبول کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے۔ تمام عبادات ظنی مقبول ہیں اور درود شریف یقیناً مقبول ہے۔ ظاہر ہے یقینی، ظنی سے افضل ہے اس لیے درود شریف



ہر عبادت سے افضل ہے۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کی مجلسیں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیاری ہیں۔ بحضور نبوی صلوٰۃ و سلام عرض کرنے سے مومن کو حضور کا قُرب حاصل ہوتا ہے اور دلِ مسلم نور سے معمور ہو جاتا ہے۔ درود شریف کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ بھی اس کا عظیم میں شریک ہے اور وہ پاک بے نیاز جو ساری کائنات کا رب اور کل جہان کا مالک و رازق ہے۔ جس کو کسی کی پرواہ نہیں، وہ بھی حضور کی ذاتِ اقدس پر درود بھیجتا ہے۔ نماز جو تمام عبادات سے افضل اور سب عبادتوں کی جامع عبادت ہے۔ اس میں بھی حُسن اور قبولیت اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ بحضور رحمۃ اللعالمین علیہ السلام، السلام علیک ایھا النبی عرض کیا جائے۔ حاجات کے لیے دعائے تگتے وقت بھی درود شریف ہی قبولیت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام عرض کئے بغیر دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے

(بخاری)

ہم تمہارے ہو کے کس کے پاس جاؤں  
صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجئے

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ  
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ





رسالہ احمد رضا رضوی

مَدَامَا بَصَائِرُ لِلدَّائِمِينَ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّلْقَوْمِ النَّاصِحِينَ

بصیرت

حصہ اول



علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان کے تحریر کردہ  
مذہبی - اخلاقی - اصلاحی - فقہی - تفسیری  
مضامین کا قابل مطالعہ مجموعہ  
مجموعہ

قیمت: ۱۲ روپے

آفٹ طباعت، عمدہ کاغذ۔

گنج بخش روڈ لاہور







تالیف  
علامہ سید محمود احمد رضوی

# رین مصطفیٰ



عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق  
معاشرت سے متعلق قرآن و حدیث اور  
فقہ حنفی کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کا

علیہما التحیة والشناہ



قابل مطالعہ مجموعہ

نماز - روزہ - حج - زکوٰۃ اور زندگی میں پیش آنے والے

بت نئے مسائل سے متعلق احکام شرعیہ کا بے نظیر

گنجینہ - بچوں، جوانوں، مستورات، کالج و سکول

کے طلباء و طالبات کے لئے دینیات کی اسان اور

عام فہم کتاب ایک ایسی کتاب جو زندگی کے ہر موڑ

پر آپ کی رہنمائی کرے گی۔ اس کتاب میں حضور

علیہ السلام و خلفائے راشدین و ازواجِ مطہرات کی مکمل

سوانح حیات بھی درج ہے۔ کتابت و طباعت افسٹ، کاغذ

ولایتی، صفحات ۵۰۰، ہدیہ مبلغ ۲۱ روپے بذریعہ منی آرڈر

بھیج کر مکتبہ رضوان کراچی پبلشرز لاہور سے سب سے







